طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ (الحديث)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

طالبات تقریر کیسے کریں؟

جلد ہشتم

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت پرتاب گڑھی (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) مدیر دار العلوم محمدیہ بنگلور

کی مجالس سے ماخوذ

مرتب

ڈاکٹر حکیم محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

نائب مہتمم دار العلوم محمدیہ بنگلور

مکتبہ طیبہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : طالبات تقریر کیسے کریں؟ (جلد ہشتم)

ماخوذ از خطبات : حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی

مرتب : ڈاکٹر حکیم محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

کتابت و تزئین : مولانا عبید الرحمٰن قاسمی و مولانا فہیم احمد قاسمی، حبان گرافکس بنگلور

باہتمام : مولانا محمد طیب قاسمی

تعداد : تین ہزار (۳۰۰۰)

قیمت :

ناشر : مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

﴿مرتب کا مکمل پتہ﴾

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com

E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	انتساب	9
2	تقریظ	10
3	حرف اول	12
4	زندگی کی بہار قربانی سے ہے	13
	قصہ قابیل وہابیل	16
5	عورت کا سب سے قیمتی زیور نیک اولاد ہے	18
	نیک اولاد ذخیرۂ آخرت ہے	22
6	عورتوں کیلئے اسلامی تعلیم کی اہمیت	23
	لڑکیوں کی تعلیم کا نظم عورتوں کے ذریعہ ہی کیا جائے	26
7	گانا اور میوزک نفاق پیدا کرتا ہے	28
	گانا عام ہوتا جارہا ہے	29

	گانا باجا نفاق پیدا کرتا ہے	30
8	خواتین معاشرہ کی روایات کی امین ہیں	33
	ماں کی ذمہ داریاں اور اس کے نتائج	34
	بوقت ضرورت بچوں کی پٹائی بھی کریں	36
9	جس کو ملا ادب سے ملا	37
	باادب ملازم	38
	فقیہ علی مخدوم قدس سرہٗ	39
	بے ادب محروم گشت از	40
10	عورت اسلام میں رحمت کی مظہر ہے	41
	انسان پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے	42
	ہم دوسروں کی اصلاح کی بھی فکر کریں	43
11	نماز سے جسمانی صحت کا تعلق	45
	نماز کے جسمانی فوائد بھی ہیں	46
	صحت اللہ کی بڑی نعمت ہے	47
12	سود کی نحوست	50
	سود کا گناہ زنا سے بھی بڑھا ہوا ہے	51
	لائبریری اور ماہانہ فنڈ	52
	سود سے کیسے بچیں	52
13	بیٹیوں کی پرورش پر جنت کی بشارت	54
	ایک بیٹی کی پرورش پر بھی جنت کی بشارت	55
	اولاد کو برابر تحفہ دو	56

14	مالدار بننے سے اخلاق پیدا نہیں ہوتے!	58
	خوف خدا سے امن قائم ہوسکتا ہے	59
	اخلاق تو مذہب اسلام سکھاتا ہے	61
15	علم کی ضرورت کیوں ہے؟	62
	علم کی ضرورت ہر شئی پر مقدم	63
	قیامت کے حفاظ کا مقام بہت بلند ہوگا	64
16	سماجی خدمت کی اہمیت اور وقعت	66
	مسلمان مسلمان کا بھائی	67
	حقوق العباد	68
	پڑوسیوں کے حقوق	69
17	قناعت کرنے والا کسی کا محتاج نہیں رہتا	70
	مالداری قناعت کے خلاف نہیں	72
18	علم کی فضیلت اور قسمیں	74
	متعلم و معلم کیلئے ہر مخلوق دعا کرتی ہے	75
	علم انبیاء علیہم السلام کی میراث	76
19	والدین کی خدمت نجات کا ذریعہ	78
	والدین کی خدمت فرض ہے	79
	والدین کی نافرمانی دارین میں تباہی کا سبب	80
20	مرد کی طرح عورت بھی لائقِ احترام ہے	82
	عورت بھی مرد ہی کی طرح لائق احترام اور مکرم ہے۔	82
	عورتوں کے بھی حقوق ہیں	84

21	صلہ رحمی کی برکتیں	86
	کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں	89
22	کیا اعلیٰ تعلیم عورتوں کیلئے ضروری ہے؟	91
	تاریخی خواتین	92
	مدرسہ نسواں کی افادیت	95
23	دوزخیوں کا کھانا اور پینا	97
	ضریع یعنی آگ کے کانٹے	98
	غسلین زخموں کا دھوون	98
	غساق	99
	دنیا میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرنیوالا	100
24	اسلام میں انسانی خدمت کی اہمیت	102
	اصل نیکی یہ ہے	103
	ایثار	105
25	طلباء کے فضائل اور حقوق	107
	حضرت مولانا خالد فیصل ندوی لکھتے ہیں کہ	108
	علم بغیر عمل کے لا حاصل ہے	111
26	اسلام میں حسنِ سلوک کی قدر و منزلت	112
	جانوروں کے ساتھ حسن سلوک	113
	جانوروں کا آپس میں سلوک	114
	میٹھا بول بھی حسن سلوک ہے	115
	دشمنوں کیساتھ بھی حسن سلوک	116

27	عمر رسیدہ لوگوں کی فضیلت	118
	عمر رسیدہ خدائی قیدی ہیں	119
	عمر رسیدہ احترام کا زیادہ مستحق	121
28	جھوٹ کی قسمیں	122
	تحفہ پر جھوٹ	123
	عزیز یا دوست کی جھوٹی تعریف	123
	سفید جھوٹ	123
	موٹاپا کمزور کو جھوٹ بتانا	124
	ملازمت اور انٹرویو پر جھوٹ	124
	والدین کا بچوں سے جھوٹ	124
	دلہنوں سے جھوٹ	125
	خواتین کا شاپنگ کے وقت جھوٹ	125
	جھوٹا شخص ہر گناہ کر سکتا ہے	125
	مومن اور منافق کی علامت	126
29	پردے کا فلسفہ	127
	بے پردگی کے نقصانات	128
	فلسفہ حجاب کوئی مخفی اور پوشیدہ چیز نہیں ہے کیونکہ	128
	عورتوں پر کمانے کی کوئی ذمہ داری نہیں	129
	شوہر کی اطاعت عورت کی اہم ذمہ داریاں	130
30	حضور اکرم ﷺ کے نواسوں کی سخاوت	131
	بڑے نفع کا سودا	132

	ایک کا بدلہ دس	134
	جنت کے نوجوانوں کے سردار	135
31	عورتوں کی تعلیم اصل مقصد	136
	مقصد تعلیم	137
	مرد و عورت کی الگ الگ ذمہ داری	140
32	زمانہ جاہلیت میں سماج کی حالت	142
	قبل از نبوت آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ	143
	یہ تھا زمانہ جاہلیت	144
	تعلیم نبوت کا نتیجہ	146
33	جہیز کی لعنت کیلئے لڑکی کے والدین بھی ذمہ دار ہیں	148
	مردوں کی بڑی ذمہ داری	149
	جہیز تو ایک تحفہ ہے	150
	کوئی زبردست تنظیم ہونی چاہیے	151
34	جہاد کا مقصد	153
	آج تجھکو بتاتا ہوں تقدیر	155
35	عمدہ لباس پہنیں مگر......!	157
	آدمی کا حسن لباس سے ہے	158
	کپڑے کا اصل مقصد ستر پوشی ہے	159

☆☆☆

طالبات تقریر کیسے کریں؟ جلد ہشتم کا

انتساب اور ثواب

نواسۂ رسولِ اکرمؐ حضرت سیدنا حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام معنون کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، جن کی والدۂ ماجدہ فاطمہ بنت رسولؐ ہیں، جن کی کنیت ''ابومحمد'' ہے، جن کی پیدائش پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا: ''اَرُوْنِیْ مَا سَمَّیْتُمُوْا'' مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ پھر زبانِ نبویؐ نے آپؓ کا نام ''حسن'' رکھا اور آپؓ کے کان میں اذان دی۔ یہی اذان آپؓ کی زبانِ حق سے صداقت بن کر آخری سانسوں تک گونجتی رہی جس سے کفار و مشرکین لرزہ براندام رہے۔ آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کاندھوں پر بٹھا کر ارشاد فرمایا: اے اللہ! میں اس کو محبوب رکھتا ہوں آپ بھی اس کو محبوب رکھیں! (بخاری و مسلم) آپؓ کی ذاتِ اطہر پر ہزاروں رحمتیں، برکتیں اور انوارات نازل ہوں۔

خاکروب آستانۂ اہل بیت اطہار

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاوَلی

خانقاہ رحیمی بنگلور

مورخہ: ۱۸ر جون ۲۰۱۳ھ بروز منگل

تقریظ

مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدارؔ قاسمی زید مجدہم
ناظم تعلیمات دار العلوم محمدیہ بنگلور

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم، اما بعد!

زمانۂ قدیم میں بچیوں اور لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی تھی، بلکہ عورت کو انسان تصور کرنے والے بہت کم لوگ تھے، وہ صرف مرد کی ضرورت تھی لیکن اسلام نے عورت کو مقامِ اعلیٰ عطا کیا، اس کی تعلیم و تربیت کو لازمی اور اجر و ثواب کا ذریعہ بتایا، سارے عالم میں پھیلی ہوئی خرافات جو عورت کو ذلیل و رسوا کرنے کیلئے ہوا کرتی تھیں ان کو اسلام نے مٹایا، اور ہر ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کو اس کا جائز حق دلوایا تاکہ وہ بھی معاشرے میں سکون و اطمینان کی زندگی گذار سکے۔

آج جب یوروپی تہذیب و تمدن کی بدولت رشتوں میں دراڑیں پڑتی جارہی ہیں اور عورتیں آزادی کے نام پر رسوائی و ذلت کو فخر و منزلت سمجھنے لگی ہیں تو ایسے موقع پر اسلام کے پیش کردہ نظامِ حیات کو دوہرانے کی اشد ضرورت ہے، یہ اسی وقت ممکن ہے جب عورت کو اس کا صحیح منصب و مقام یاد دلایا جائے، اس کی صحیح تربیت کی جائے۔

آج عورت کی تعلیم تو ہے لیکن اس کی صحیح تربیت نہیں، اس پر نکیر تو کی جاتی ہے لیکن مثبت پہلو کی طرف متوجہ نہیں کیا جاتا، جس کی ضرورت از حد ہے۔ اس ضرورت کو حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی نے خوب سمجھا اور اپنی مجالس میں مسلم بچیوں کی اصلاح و تربیت کے متعلق خصوصی ارشادات و فرمودات کے ذریعہ یہ باور کرایا کہ عورت گھر کی ملکہ ہے، اسے بازار کی رونق نہیں بنایا جاسکتا، لہٰذا ہمیں اپنی بچیوں کی تعلیم و تربیت اسلامی رنگ میں بچپن سے ہی کرنی چاہئے، تاکہ ایک منظّم و مستحکم اور پاکیزہ معاشرہ میسر ہوسکے۔

برادرِ کبیر ڈاکٹر حکیم محمد فاروق اعظم حبان قاسمی زید مجدہم نے آپ کے ارشادات کو شروع میں خطبہ و تمہیدی کلمات کے ذریعہ ترتیب دے کر ایک چھوٹا سا کتابچہ بعنوان ''طالبات تقریر کیسے کریں؟'' ترتیب دیا تھا، جس کے موضوعات کو بے حد پسند کیا گیا، جس پر بہت سے افراد نے اس کی مزید جلدیں لانے پر اصرار کیا، حضرت حبیب الامت مدظلہ سے اجازت طلب کرنے کے بعد آپ کے دیگر خطبات اور مجالس سے مزید عناوین کو اخذ کر کے دس جلدوں پر مشتمل مناسب صفحات پر اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کی گئی، ذاتِ باری تعالیٰ سے امید ہے کہ سابقہ کتابچہ کی طرح ''طالبات تقریر کیسے کریں؟'' کتاب بھی مدارس نسواں کی طالبات کیلئے اسی طرح نافع ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے اور ناشر جناب مولانا محمد طیب صاحب قاسمی مالک مکتبہ طیبہ و جملہ معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

العارض

محمد عثمان حبان دلدار قاسمی
ناظم تعلیمات دار العلوم محمدیہ بنگلور
مورخہ: ۱۷؍جون ۲۰۱۳ھ بروز پیر

حرفِ اول

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

الحمدللہ بعد نماز جمعہ احاطۂ دارالعلوم محمدیہ بنگلور میں مجلس رحیمی ہوتی ہے، ناچیز مجالس میں شریک رہتا ہے جس میں اصلاح وتربیت کے عنوان پر مختلف جواہر پاروں سے حاضرین دامن بھرتے ہیں، دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ ان کو یکجا کیا جائے جس سے مدارس میں پڑھنے والی طالبات استفادہ کرسکیں، مجلس رحیمی میں حضرت قبلہ والد بزرگوار خواتین کے متعلق جو ارشاد فرماتے تھے راقم ان کو یکجا کرتا رہا اور تھوڑے عرصہ میں مختلف عنوانات سے مضامین تیار ہوگئے، عنوانات ترتیب دے کر قبلہ والد بزرگوار سے ان کو شائع کرنے کی اجازت طلب کی، حضرت نے چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھ کر اجازت مرحمت فرمادی، ناچیز نے صرف تمہیدی کلمات کا اضافہ کیا ہے امید کہ تقریروں کا یہ مجموعہ مدارس نسواں کی طالبات کیلئے نافع ثابت ہوگا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ناچیز کی اس سعی کو قبول فرمائے اور ناشر جناب مولانا محمد طیب صاحب قاسمی مالک مکتبہ طیبہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

احقر

محمد فاروق اعظم قاسمی المعروف محمد حارث حبان

نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

مورخہ: ۱۸؍جون ۲۰۱۳ھ بروز منگل

زندگی کی بہار قربانی سے ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَاتُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْشَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ .

قابل صد احترام معلمات، عزیزہ طالبات، خواتین اسلام، بزرگ ماؤں اور پیاری بہنو! ابوالانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے قربانیوں سے پر ہے اور اللہ کی طرف سے سخت ابتلاو آزمائش کا انھیں سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور ہر امتحان میں پورے اترے اور سو فیصد کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے تو اللہ کی طرف سے یہ بشارت آئی کہ اے ابراہیم ہم تم کو لوگوں کا امام و پیشوا اور رہبر بنائیں گے۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔

حضرت مولانا بلال عبدالحئی حسنی لکھتے ہیں کہ جب سے دنیا قائم ہے اس وقت سے لے کر آج تک اس کی سینکڑوں مثالیں چشم فلک نے دیکھی ہیں۔ جو قربانی

جتنی زیادہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اس کے اتنے ہی دور رس اور دیرپا نتائج سامنے آئے، اس میں ایک قربانی وہ بھی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی تھی، وہ صرف ایک قربانی نہ تھی بلکہ قربانیوں کا سلسلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جب آزمایا اور جس طرح انہوں نے اپنی محبت کا جوہر پیش کر دیا، تاریخ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی، پہلی قربانی انہوں نے اپنی جان کی پیش کی جب نمرود نے ان کو آگ میں ڈالا، وہ بے خوف وخطر کود پڑے، کسی سے مدد لینا ان کو گوارہ نہ ہوا۔ عشق الٰہی کی آگ نے ان کو ایسا سوختہ کر دیا تھا کہ ہزار جانیں قربان کرنا ان کے لیے آسان ہو گیا تھا، اپنی دانست میں انہوں نے اپنی جان قربانی کر دی لیکن حکم الٰہی کچھ اور تھا۔ آگ کو ارشاد ہوا۔ **یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ**. (سورۃ الانبیاء:۶۹) اے آگ ٹھنڈی ہو اور سلامتی بنجا ابراہیم کے لیے) دوسری قربانی انہوں نے اپنے بیوی و بچے کی دی، اللہ کا حکم ہوا کہ دونوں کو بے آب وگیاہ علاقہ میں چھوڑ آئیں، یہ کام آسان نہ تھا، وہ بڑے حساس، گداز قلب اور محبت کرنے والے تھے لیکن محبت الٰہی کے آگے کیا دیر تھی، اس قربانی میں بھی وہ کھرے اترے۔

تیسرا موقع بڑا نازک تھا، بچہ کی عمر شعور کو پہنچی، باپ کو اس زمانے میں بچے کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جبکہ بچہ بھی کیسا ہونہار اور سعادت شعار! حکم ہوا کہ اپنے ہاتھ سے اپنے لخت جگر کو قربان کر دیں رحمۃ اللہ علیہ یہ امتحان کی سخت گھڑی تھی لیکن خلیل اللہ کے لیے ماسوی اللہ کا قربان کرنا مشکل نہ تھا، باپ بھی تیار اور بیٹا بھی تیار ایک تنہائی کے مقام پر لے گئے اور لٹا کر چھری چلا دی، ادھر سے ندا آئی۔ **یَا اِبْرَاهِیْمَ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّئیَا** اے ابراہیم تم نے خواب سچ کر دکھایا اللہ نے بیٹے کی جگہ ایک مینڈھا بھیج دیا وہ قربان ہو گیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ **وَفَدَیْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ** (سورہ الصافات ۱۰۷) اللہ تعالیٰ کو ان کی قربانیاں ایسی پسند آئیں کہ قیامت تک کے لیے ان کو جاری فرما دیا گیا، اور

ان کی ملت کو بقاء ودوام عطا کیا گیا، خود حضور ﷺ کو ارشاد ہوا کہ۔ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا (سورۃ النحل ۱۲۳) کہ آپ ہر طرف سے کٹ کر ملت ابراہیمی کی پیروی کیجئے، دنیا کی تاریخ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ سب سے بڑی قربانی تھی، جس کے نتیجہ میں رہتی دنیا تک وہ زندہ جاوید کردیے گئے۔

عید الاضحیٰ کی قربانی ان کی اسی قربانی کی یادگار ہے ملت اسلامیہ کا وجود بدر کی قربانی سے مربوط ہے مٹھی بھر جماعت جس طرح اپنی اپنی جانوں کا نذرانہ لیے رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر ہوگئے، تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، بارگاہ الٰہی میں مناجات کرتے ہوئے حضور ﷺ کا عجب حال تھا، بے خودی میں شانہ مبارک سے چادر گر گر جاتی تھی، اس حال میں زبان مبارک سے جو الفاظ ادا ہوئے وہ حقائق ومعانی کا ایک سمندر اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، اس میں ہدایت بھی ہے اور پیغام بھی، آپ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعَصَابَةُ لَاتَعْبُدُ بَعْدَهَا فِي الْاَرْضِ (اے اللہ اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوئی تو تیری عبادت کرنے والا اس روئے زمین پر کوئی نہ ہوگا)۔ اللہ نے یہ قربانی اسی طرح قبول فرمائی کہ شرکاء بدر کی مغفرت عامہ اور دوسرے حضرات پر فضیلت کا عام اعلان کردیا گیا اور قیامت تک کے لیے اس ملت کو اللہ کی بندگی کے لیے منتخب کرلیا گیا اور اس میں یہ پیغام بھی دے دیا گیا کہ ملت کا وجود خدا کی بندگی سے وابستہ ہے، یہی اس کی ترقی اور تحفظ دین کا راز ہے۔

اسی بدر کی قربانی کا فیضان ہے کہ آج ملت زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گی، یہی قربانی اس امت کی میراث ہے، امت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی حفاظت کرے اور اس کے تسلسل کو قائم رکھے تاکہ وہ خود بھی جاگتی رہے اور دوسروں کو بھی جگاتی رہے۔

یہ واقعات محض تاریخ کا ایک حصہ نہیں ہیں بلکہ ان کے اندر زندہ قوموں کیلئے بڑا پیغام ہے، اس میں یہ حقیقت بتادی گئی ہے کہ زندگی قربانی سے ہے، قربانی جس خلوص کے ساتھ، دل کی گہرائیوں کے ساتھ اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے دیجائیگی اور جتنی بڑی قربانی دی جائے گی اسی کے اعتبار سے زندگی ملے گی عروج و ترقی کی منزلیں طے ہوں گی، اہل ایمان کے لیے اس میں بڑا سبق ہے۔

قصۂ قابیل وہابیل

یوں تو قربانی کی ابتداء سیدنا آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں سے ہوتی ہے قرآن کریم نے یہ واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے روایتوں سے معلوم ہوتا کہ ان میں ایک کا نام قابیل تھا جو بڑا بیٹا تھا اور دوسرے کا نام ہابیل تھا جو چھوٹا بیٹا تھا حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں سگی بہن سے نکاح کرنا جائز تھا چونکہ دنیا میں اور کوئی تھا نہیں صرف یہی لوگ موجود تھے اس لئے نسل کو بڑھانے کیلئے بہن کے ساتھ شادی کو جائز قرار دیا گیا مگر ہوتا یہ تھا کہ قدرت الٰہی سے ایک ساتھ ایک لڑکا اور ایک لڑکی کی پیدائش ہوتی تھی تو پہلے لڑکے کی شادی بعد میں پیدا ہونیوالی لڑکی کیساتھ اور بعد میں پیدا ہونے والے لڑکے کا نکاح پہلے پیدا ہونے والی لڑکی کے ساتھ جائز قرار دیا گیا اور ایک ساتھ جو لڑکا لڑکی پیدا ہوا کرتے تھے انکو آپس میں سگے بھائی بہن کا درجہ دیا گیا تھا چنانچہ قابیل وہابیل کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا لیکن قابیل جو بڑا بھائی تھا اس کی شادی ہابیل کے بہن سے ہوئی تھی قابیل کو پسند نہ آئی اور اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کیساتھ نکاح کرنا چاہتا تھا جو کہ ناجائز اور حرام تھا حضرت آدم علیہ السلام نے سمجھایا مگر وہ نہ مانا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان دونوں کو اللہ کے دربار میں قربانی پیش کرنے کا حکم دیا قابیل کاشتکار آدمی تھا اس نے غلوں کی قربانی پیش کی اور ہابیل

بھیڑ بکریاں پالنے والا تھا اس نے ایک دنبہ اللہ کی راہ میں قربانی کردیا اور پہاڑ پر لیجا کر رکھدیا اس وقت کے دستور کے حساب سے ہابیل کی قربانی کو آسمانی آگ نے کھالیا اور وہی قبول ہونے کی علامت تھی اور قابیل کی قربانی قبول نہیں ہوئی جس کی وجہ سے وہ حسد میں آگ بگولا ہوگیا اور ہابیل کو قتل کرنیکا پختہ ارادہ کرلیا چنانچہ کسی وقت موقعہ پاکراس کو قتل کردیا قتل کرنے کے بعد بھائی کی لاش کو کندھے پر لئے پھر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کواس کی تعلیم کیلئے بھیجا جو ایک مرے ہوے کوّے کو زمین کھود کر دفن کرر ہا تھا اسوقت قابیل نے کہا کہ ہائے افسوس میں کوّے سے بھی گیا گذرا ہوں اور مجھے لاش کو دفن کرنے بھی نہیں آتا بھائی کو قتل کردیا اس پرتو افسوس نہیں ہوا لاش کو دفن نہیں کر پایا تو افسوس کرتا ہے ہابیل کی پہلی قربانی تھی اور زمین پر اللہ نے اس کو شرف قبولت سے نوازا اور قابیل پہلا قاتل ہے اور روئے زمین اور تا قیامت ناحق قتل ہونے کا گناہ قابیل ہی کے سر ہوگا، اللہ ہم کو صحیح معنوں میں قربانی کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

عورت کا سب سے قیمتی زیور نیک اولاد ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَقَالَ تَعَالٰى اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

مشفق ومہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جسکی گودیں اولاد سے خالی ہیں ان سے پوچھئے اولاد کی قدر و قیمت، مگر اولاد اسی وقت والدین کی آنکھوں کا تارہ بن سکتی ہے جبکہ دینی رخ پر ڈھالا جائے اور ان کی صحیح معنوں میں اصلاح وتربیت بھی کی جائے۔ حضرت مولانا محمد حسنی رحمۃ اللہ علیہ ندوی لکھتے ہیں کہ اگر آپ کسی خاتون کو دیکھیں کہ وہ اپنے کپڑوں اور زیور کی صفائی کا خیال نہیں رکھتی، زیور کا شوق تو بہت ہے مگر نہایت گندہ رنگ اڑا ہوا ٹوٹا پھوٹا خانوں

اور درازوں میں میل جما ہوا، کپڑے نہایت گندے بے ڈھنگے سلے ہوئے لا ابالی پن سے پہنے مجلسوں اور محفلوں میں شریک ہوتی ہے تو آپ ایسی خاتون کے متعلق کوئی اچھی رائے قائم نہ کریں گی بلکہ اس کو پھوہڑ اور اجڈ کہیں گی اور کوئی خاتون چاہے وہ جتنی غریب ہی کیوں نہ ہو اس انداز سے رہنا پسند نہیں کرتی، ہر خاتون کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے کپڑوں اور زیوروں کا بہت خیال رکھتی ہے اور اس لیے رکھتی ہے کہ دوسری عورتوں میں وہ نکّو نہ بنائی جائے، سوسائٹ میں اس کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا جائے، جہاں وہ جائے دوسری عورتیں اس کو جگہ دیں، اس کی طرف متوجہ ہوں، اس سے بات کریں، اس کو پھوہڑ اور اجڈ نہ کہیں اسی لیے ہر خاتون اپنے کپڑوں اور زیور کو سنبھال کر رکھتی ہے، ان کی صفائی اور ستھرائی کا خیال کرتی ہے، کسی غلط جگہ ان کو نہیں رکھتی کہ ضائع نہ ہو جائیں کبھی دوسرے کو دیتے ہوئے ہچکچاتی ہے کہ غلط طریقہ سے استعمال سے ٹوٹ یا پھوٹ نہ جائیں، ان کی حفاظت پر اپنا عزیز وقت اور محنت صرف کرتی ہے، اور یہ معاملہ صرف کپڑوں اور زیور کیساتھ نہیں ہوتا بلکہ اپنی ہر عزیز اور قیمتی چیز کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتی ہے اب اگر کوئی دوسری خاتون اس سے کپڑے مانگے اور پہن پہن کر پھاڑ دے، اس سے زیور عاریۃً لے اور توڑ ڈالے، اس سے روپیہ قرض لے اور ادا نہ کرے، اس کے کپڑوں یا زیورں کو گندہ کردے، تو اس خاتون کو کتنا غصہ آئے گا؟ وہ آپے سے باہر ہو جائیگی! برا بھلا کہے گی اور جی جان سے بیزار ہو جائیگی!

لیکن کتنے رنج و افسوس کی بات ہے کہ ہر خاتون اپنی ایسی چیزوں کی طرف زیادہ دھیان دیتی ہے جو میلی اور ٹوٹنے پھوٹنے والی ہیں، جن کے ضائع ہونے کے بعد ویسی ہی اور بعض اس سے بہتر چیزیں ملتی ہیں، کپڑے پھٹتے اور بنتے ہیں، زیور ٹوٹتا اور بنتا ہے، مال کھوتا اور ملتا ہے، لیکن ایک ایسا زیور بھی ہے جس کے ضائع

ہونے کے بعد دوسرا ملنا مشکل ہے، جس کے بگڑ جانے کے بعد اس کا سدھرنا آسان نہیں، ایک ایسا ہار بھی ہے جو کسی ایک محفل کے لیے زیب وزینت یا ذلت کا باعث نہیں ہوتا بلکہ وہ ساری زندگی زیب وزینت کا باعث ہوتا ہے یا ذلت وخواری کا، وہ زیور اولاد ہے، معصوم بچے اور بچیاں ہیں، کھلتی ہوئی کلیاں ہیں، جو سچے موتی اور سونے کے تار ہیں، جن کو صحیح طور پر ٹانکنے، ان کی حفاظت کرنے اور سنبھال سنبھال کر رکھنے ہی سے سگھڑپن اور سلیقہ مندی کا پتہ چلتا ہے اور نگاہوں میں وقعت پیدا ہوتی ہے، ہر مجلس میں سرآنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے، وہ حقیقی زیور صرف جسم پر پہنچ کر خوبصورت نہیں لگتا بلکہ وہ جہاں جاتا ہے اس پر جس کی نگاہ پڑتی ہے وہ اس کی تعریف کرتا ہے جس کے سلیقہ اور ہنرمندی سے یہ زیور صاف شفاف رہا۔

مگر اس حقیقی زیور کی طرف کسی خاتون کی نظر نہیں جاتی، اس کی تربیت وتعلیم اس کے اخلاق کی پاکی اس کے کیریکٹر کی مضبوطی کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی، اگر کوئی کپڑے اور زیور کی برائی کردے تو آپے سے باہر ہو جاتی ہیں، دل میں نہ بجھنے والی آگ لگ جاتی ہے، لیکن اولاد کے اخلاق کی کوئی برائی کرے تو جوں تک نہیں رینگتی، جس کا زیور ایک دن کے لیے کسی دوسری جگہ بھیجنا یا کسی غلط ہاتھ میں دینا گوارہ نہیں ہوتا لیکن یہ ساری زندگی کا سرمایہ اور سب سے قیمتی اور حسین زیور اولاد دن دن بھر آوارہ پھرے غلط صحبتوں میں وقت گزارے غلط ہاتھوں میں پڑ جائے تو کسی کو دکھ نہیں ہوتا، نہ فکر لاحق ہوتی ہے۔ جسم کے کپڑے میں اگر کوئی نقص کھروچہ لگ جائے یا بخیہ اُدھڑ جائے، زیور کا کوئی باریک حصہ ٹوٹ جائے، اس پر میل جم جائے، تو سارے کام چھوڑ کر اس کی درستگی کی فکر ہوتی ہے، لیکن اولاد میں بڑی سے بڑی خرابی آجائے، اس کے اخلاق بگڑ جائیں، اس کا دین خراب ہو، اس کی زبان گندی ہو جائے اور انصاف سے بتایئے کہ ماں باپ کو کوئی فکر ہوتی ہے؟ ان کے

سدھارنے کیلئے کتنا وقت لگاتے ہیں؟ ایک ایسے ہار کے لیے بڑے سے بڑا اہتمام ہوتا ہے جو صرف ایک مجلس یا محفل میں گلے کا ہار بن کر رہ جاتا ہے، مگر اولاد جو ساری زندگی کے لیے گلے کا ہار ہوتی ہے، اس کو خوبصورت بنانے کی کسی ماں یا بہن کو فکر ہوتی ہے کیا یہ فکر کے قابل نہیں؟ کیا اس کیلئے اپنا عزیز وقت لگانا ضروری نہیں؟ کیا اس کے لیے مال و دولت صرف کرنا قابل توجہ نہیں؟ اور کیا اس سے کوئی انکار کر سکتا ہے کہ زندگی کا یہ سرمایہ اور قیمتی زیور آج کس طرح در بدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے، سڑکوں پر آوارہ پھر رہا ہے غلط اور بیہودہ سوسائٹی کی نذر ہو رہا ہے، ذلیل اور قابل نفرت صحبتوں اور گندے ماحول میں وقت گزاری کر رہا ہے، جس کا نتیجہ سوائے تباہی اور بربادی کے اور کچھ نہیں۔

جس ملک میں رہتے اور بستے ہیں یہاں کے حالالت تیزی کیساتھ ہمارے بچوں کے لئے خطرناک بنتے جا رہے ہیں اگر ہم خود ادھر توجہ نہ کریں گے اور اپنی ساری قوت اولاد کی تعلیم و تربیت پر نہ لگائیں گے تو ارتداد اور الحاد کا ہمہ گیر فتنہ ہماری نسلوں کو تباہ کر دے گا، جس کے آثار شروع ہو چکے ہیں، یہ وہ نازک وقت ہے جب کہ ہم غفلت و سستی کا لبادہ اتار کر اور اپنی ذاتی فکر کو چھوڑ کر نسلوں کی حفاظت کے لیے کام کریں، ہم کو کسی دوسری قوم سے شکوہ وشکایت کرنے کا حق نہیں، نہ کسی سے بھیک مانگنے کی ضرورت ہے، ایک زندہ قوم نازک سے نازک حالت میں بھی حوصلہ اور عزم کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔

ماؤں پر اسلئے زیادہ ذمہ داری ہے کہ اب سے پہلے انہیں کی تربیت نے مسلمان بچوں کو قوم کا نگہبان بنایا اور انہیں کے تربیت یافتہ نونہالوں نے دنیا کو تہذیب و تمدن سکھایا درندوں سے انسان بنایا، کیا آج وہ اپنی ان خدمات کو دھرا نہیں سکتیں، یہ حقیقت ہے جو کسی چیز کے حصول کیلئے محنت کرتا ہے اور تکلیفیں اٹھاتا ہے وہی اس

چیز کی قدر و قیمت پہچانتا ہے اور اس کو دل و جان سے عزیز رکھتا ہے، مائیں جس طرح اپنی اولاد کیلئے محنت کرتی ہیں اور اس کی پرورش کرتی ہیں اور اس کی پرورش میں خون پسینہ ایک کرتی ہیں، وہی اس کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کر سکتی ہیں۔

نیک اولاد ذخیرۂ آخرت ہے

آج اپنی اولاد کیلئے جتنی محنت کریں گے ان کی تعلیم وتربیت پر توجہ دیں گی تو یہی بچے کل قیامت کیلئے ذخیرہ ثابت ہونگے اور قبر میں چلے جانے کے بعد جس دن آپکا نامۂ اعمال بند کر کے رکھدیا جائیگا اس وقت اولاد کی دعاؤں اور نیک اعمال کیوجہ سے تمہارے نامۂ اعمال میں بھی نیکیاں لکھی جائیں گی نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اَوْ مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَّدْعُوْا لَهٗ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ جب انسان مرجاتا ہے تو اسکے اعمال اس سے منقطع ہوجاتے ہیں مگر تین چیزوں کی وجہ سے اسکے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں یا تو صدقۂ جاریہ کیوجہ سے یا ایسے علم کیوجہ سے جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا ایسی اولاد ہو جو اس کیلئے دعائیں کرے، کوشش تو یہ کریں کہ تینوں چیزیں حاصل ہوجائیں اگر اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے تو ایسا کام کرجائیں جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں کوئی مسجد بنوادیں مدرسہ بنوادیں اگر اللہ نے علم کی دولت سے نوازا ہے تو دینی کتابیں اور رسالے لکھ کر نامہ اعمال میں اضافہ کریں اور تیسرے نمبر پر ولد صالح ہے جس کی ایک ایک نیکی میں آپ کا حصہ ہوگا لیکن یہ بھی یاد رکھیں اگر اولاد کو غلط راستہ پر لگا دیا تو اس کی ایک ایک بدی میں آپ کا حصہ ہوگا اسلئے مال و جائیداد زیور اور کپڑے تمام چیزوں سے زیادہ اولاد کی فکر کریں تاکہ مرنے کے بعد سرخروی حاصل ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ☆

عورتوں کیلئے اسلامی تعلیم کی اہمیت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

محترمہ معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! ہم مسلمانوں کیلئے اسلامی تعلیم وتعلم کی ضرورت واہمیت اسی طرح مسلّم ہے جس طرح خورد ونوش کی، قرآن کریم فرماتا ہے۔ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوسکتے ہیں یعنی یہ دونوں کبھی بھی برابر نہیں ہوسکتے ایک عابد جو رات میں عبادتیں کرتا ہے دن میں روزے رکھتا ہے اور ایک وہ شخص جو تعلیم وتعلم کے بعد ان میں سے صرف فرائض واجبات ادا کرتا ہے اور لوگوں کو علم دین سکھاتا ہے ان دونوں میں تفاوت اور فرق مراتب کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ تم میں سے عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے کہ میری فضیلت تم میں سے ادنی آدمی پر ہے عالم وعلماء کی فضیلت و برتری جس طرح مرد حضرات علوم دینیہ حاصل

کر کے قوم کے بچوں کو زیور علم سے آراستہ کرتے ہیں اسی طرح عورتوں کی بھی بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے وہ علم دین حاصل کریں اور مہارت تامہ پیدا کریں اور قوم کی بچیوں کو اسلام کے صحیح رخ پر ڈھالیں اور مغربی تہذیب وتمدن سے آنے والی نسلوں کی حفاظت کریں تا کہ اللہ رب العزت کے دربار میں ہمارا مقام ومرتبہ بھی اونچا و ارفع رہے کیونکہ جو لوگ ٹھیک کام کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم سے نوازیں گے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ تعالی نے قرآن وسنت میں انسانوں اور جنوں کو صرف اور صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا اور پھر انسانوں میں مردوں اور عورتوں کو تخلیق فرمایا اور تخلیق کا مقصد بھی واضح فرمایا، مردوں اور عورتوں میں سے جس نے بھی حالت ایمان میں اعمال صالحہ سرانجام دیئے تو ہم انہیں پاکیزہ زندگی عطا کردیں گے، اور انکے عمل سے بھی بہت بدلہ انہیں دیں گے۔ (سورۃ النحل آیت ۹۷)

اور پھر سورۃ آل عمران آیت ۱۹۵ میں بھی یہی بات کہی گئی اور پھر سورۃ بقرہ آیت ۲۲۸ میں بھی فرمایا گیا کہ عورتوں کے حقوق اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے مردوں کے حقوق کے برابر ہیں۔

میری بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد ہو یا عورت ان کی حیات کا مقصد اپنی عبادت ہی بتایا ہے، ہر ہر شے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی حمد وپاکی میں مشغول ہے، بالکل اسی طرح پیدا ہونے سے مرنے تک کا مختصر وقت ہمیں دیا گیا ہے تو محض اس لئے کہ دیکھا جا سکے کہ کون ''احسن عمل'' کر کے آتا ہے، اس بات کا ذکر سورۃ ملک میں موجود ہے۔

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد کو مختلف بنایا ہے، یعنی دونوں کو مختلف دائرہ کار فراہم کیئے ہیں۔ جیسے کائنات کی ہر شے ایک نظام اصول

اور دائرہ کار میں موجود ہے۔ بالکل اسی طرح عورت اور مرد کیلئے دائرہ کار بنا دیا گیا ہے کہ اپنی اپنی حدود میں اصول شرعیہ کے ساتھ زندگی کو بسر کریں۔ مرد گھر سے باہر اور عورت کیلئے گھر کے اندر رہنے کیلئے اصول ونظام بتایا، اور پھر اگر پوری کائنات پر غور کیا جائے، تو بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے۔ ہر شئے اپنے دائرے اور حد میں ہیں۔ لیکن کچھ کا کام اور ذمہ داری اس کی استطاعت کے مطابق زیادہ ہے اور کچھ کا کم۔ کچھ کو امیر بنایا، کچھ کو غریب، کوئی بادشاہ ہے اور کوئی فقیر، لیکن اس تفریق کا ہرگز ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ محض اس تفریق سے کوئی اعلیٰ یا افضل ہوگیا، یا کمتر ہوگیا بلکہ مقصد اس تفریق سے یہ ہے کہ یہ سب ایک دوسرے کو متوازن کرے، بہتر اور افضل تو صرف وہی ہے جو تقویٰ والا زیادہ ہے۔ (بلاشبہ) یعنی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دنیا کو "دارالامتحان" بنایا پھر واضح فرمادیا کہ دار الجزاء کے فیصلے کا معیار، ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔ پس عورت اور مرد کو مختلف دائرہ کار دیئے گئے اور پھر مرد کو امیر بنا کر فضیلت دی گئی یعنی کہ مرد کو استطاعت زیادہ دی گئی اور ذمہ داری بھی زیادہ دی گئی لیکن ساتھ ہی عورت کو اس کا مددگار بنایا گیا اور پھر دونوں کو ایک دوسرے کیلئے راحت کی شئے بنا دیا گیا۔

حدیث پاک میں ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، اتنا علم تو سبھی پر فرض ہوا کہ حلال وحرام، پاکی ناپاکی، جائز ناجائز کو جانا جاسکے، لیکن اس کے بعد جتنا بھی دینی علم ہے اس کیلئے یہ کہیں پر بھی نہیں کہا گیا کہ عورتیں حاصل نہ کریں جب کہ مردان کو ضرور حاصل کریں، اس کے بعد مقصودی علم تو ہر کوئی حاصل کرسکتا ہے، جسے شوق ولگن ہو، اگر عورتوں کیلئے مزید علم حاصل کرنا منع ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا "افقہ الناس" اور "حسن الناس" نہ ہوتیں، عہد رسالت میں عورتوں کی دینی تعلیم کا باقاعدہ انتظام

تھا صحابیات رضی اللہ عنہن کے خصوصی اجتماع میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے جا کر تلقین ووعظ فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح صحابیات رضی اللہ عنہن بھی محدثہ، فقیہ، عالمہ، فاضلہ مفتیہ اور کاتبہ تھیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ ﷺ فقیہ الامت ہیں۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فقیہہ ومفتیہ تھیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا لکھنا پڑھنا دونوں جانتی تھیں۔ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا شاعرہ تھیں۔ اسی طرح پہلی اور دوسری صدی ہجری میں پورے عالم اسلام میں احادیث کی روایت وتدوین کا سلسلہ شروع ہوا جن خواتین کے پاس مجموعے تھے ان سے وہ حاصل کئے گئے، حدیث کی تحصیل کیلئے محدثین ورواۃ کی طرح محدثات وروایات نے بھی گھر بار چھوڑ کر دور دراز ملکوں کا سفر کیا اور ان محدثات وطالبات کیلئے محدثین وشیوخ کی درس گاہوں میں مخصوص جگہیں، رہا کرتی تھیں جس میں وہ مردوں سے الگ رہ کر سماع کرتی تھیں، اور اسی طرح ان محدثات میں سے بہت سی حافظات، قاریات، اور مفسرات تھیں وعظ وتذکیر میں نمایاں تھیں، رشد وہدایت تزکیہ نفس، شعر وادب، خطاطی وکتاب انشاء اذکار کی تعلیم وتربیت میں بھی بہت زیادہ نمایاں تھیں اور رہیں۔

لڑکیوں کی تعلیم کا نظم عورتوں کے ذریعہ ہی کیا جائے

الحمدللہ آج بھی بہت سے مدرسۂ نسواں قائم ہیں جہاں بہتر نظام کے ساتھ اسلامی قوانین وضوابط کا لحاظ کرتے ہوئے امت کی بیٹیوں کی تعلیم وتربیت کا نظم کیا گیا ہے ایسے مدرسوں میں داخلہ لیکر علوم عالیہ سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں اور جب عورتیں دینی علوم حاصل کریں اور مہارت پیدا کریں تو معاشرے وخاندان میں اصلاح بآسانی ہو سکتی ہے جیسے ہی لڑکی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھے اس کو کسی مرد کے پاس تعلیم دلانے کے بجائے کسی عورت کے پاس تعلیم دلائیں عورتوں کے اندر علم

دین میں سستی اور کاہلی کیوجہ سے وہ دین مکمل طور پر بہت کم حاصل کررہی ہے جس کی بنیاد پر جوان اور مشتہات لڑکیوں کو مردوں کے پاس بھیجنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے کبھی کبھی ناگوار صورت حال پیدا ہوجاتی ہے اس کیلئے لڑکیوں کو پہل کرنیکی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

گانا اور میوزک نفاق پیدا کرتا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّخِذَھَا ھُزُوًا صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

قابل صدر معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! میری تقریر کا موضوع ہے گانا اور میوزک نفاق پدا کرتا ہے نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں آدمی کا باطن (پیٹ) پیپ سے بھر جائے جس سے اسکا معدہ خراب ہوجائے اس سے بہتر ہے کہ اس کا باطن شعروں سے بھر جائے۔ شعر اچھے بھی ہوتے ہیں برے بھی ہوتے ہیں خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃٌ بعض شعر حکمت ودانائی سے پر ہوتے ہیں شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے مسجد نبوی میں کرسی لگا کرتی تھی اور شعر سنایا کرتے تھے تو وہ اشعار جن میں اچھی باتیں ہوں وہ تو پسندیدہ ہیں لیکن ایسے اشعار جن میں عشق ومحبت کی باتیں ہوں وہ شریعت کی رو سے صحیح نہیں اور گانا میوزک یہ تو سراسر گناہ ہی ہے مسلم معاشرے گانے بجانے میں بڑی تیز

رفتاری کیساتھ ترقی کر رہا ہے آج کل نئے نئے آلات واسباب نے گانا اور میوزک بلکہ اس سے بڑھکر فحش لٹریچر فحش تصاویر نے نوجوان نسلوں کو بے حیائی کے دلدل میں پھنسا کر رکھدیا ہے کتنے مرد وخواتین تو اپنے کام کاج کو چھوڑ کو اس طرح کے لہو ولعب میں پھنس کر اپنا قیمتی اوقات ضائع کرتے ہیں۔

گانا عام ہوتا جا رہا ہے

بڑی تیزی کے ساتھ مسلم معاشرے میں برائیاں پیر پھیلاتی جا رہی ہیں ہر نئی صبح وشام کے ساتھ برائیوں اور خرابیوں میں اضافہ ہو رہا ہے بندۂ خدا برائی وخرابی میں الجھ کر خود کو گناہ گار، رب کی رحمتوں سے دور کر رہا ہے افسوس صد ہزار افسوس کہ لوگوں کو اس کا شعور واحساس بھی نہیں کہ وہ کیسے کیسے گناہ انجام دے رہے ہیں اور آخرت میں ان کا کیسا بھیانک انجام بھگتنا پڑ سکتا ہے سر دست مسلم معاشرے میں پھیلے تمام برائیوں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں بلکہ ان برائیوں میں سے صرف ایک گناہ گانے باجے کی دنیاوی واخروی خرابیوں سے خبر دار کرنا ہے تا کہ مسلمان خود کو اس گناہ سے بچا کر رب کی ناراضگی عاقبت کی خرابی اور جنت کی محرومی سے بچا جا سکے۔

صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی بھی محلّہ، کوئی بھی گھر، کوئی بھی فرد بوڑھا، جوان، بچہ، مرد، عورت کوئی بھی اس گناہ سے بچا نہیں ہے۔ موبائل میں گانا، آٹو رکشہ پر گانا، ہوٹل میں گانا، مارکیٹ میں گانا، تہوار میں گانا بجانا، شادی بیاہ میں گانا بجانا گویا گانے باجے کے بے غیر زندگی کا کوئی تصور نہیں، نئی نسل اپنے بڑوں سے چار ہاتھ اور آگے نکل چکی ہے، موبائل اور ہیڈ فون کے ذریعہ اسکول، کالج، ٹیوشن آتے جاتے، ریل بس، ٹیکسی، بائیک پہ سفر کرتے ہوئے گانا ہی گانا۔ گویا گانا زندگی کا ایک حصہ بن چکا ہے، نہ کوئی اس کے دینی ومذہبی نقصان سے واقف ہے

اورنہ اس عظیم نقصان وخسران سے بچنے بچانے کو کوشش کررہا ہے جبکہ بعض گانے ایسے بھی ہیں جو ناجائز پیار محبت، عریانیت وبے حیائی، فسق وفجور، سرکشی، وبغاوت اور خداوند قدوس کی ناشکری اور کفریات پر مشتمل ہیں۔ایسے میں اس طرح کا گانا سن کر آدمی صرف گناہ گار ہی نہیں بلکہ کفر میں بھی مبتلا ہورہا ہے،اس لیے ضروری ہے کہ ائمۂ مساجد، علمائے کرام، خطبا حضرات واعظین دین اور داعیان اسلام اس بدترین گناہ اور سنگین دینی جرم سے مسلمانوں کو بچانے کی تدبیریں کریں ورنہ آنے والا وقت اور برا ہوگا۔مسلم معاشرے میں بے حیائی آوارگی، عریانیت وننگاپن، دینی بے زاری اور مذہب سے دوری مزید بڑھے گی،قوم کی بھی ذمہ داری ہے کہ حقائق سے واقف ہونے کے بعد اس قسم کے گناہوں کے قریب نہ بھٹکیں۔

اب ذیل میں گانے باجے کی مذمت میں وارد ہونیوالی حدیثیں درج کی جا رہی ہیں تاکہ مسلمان انہیں پڑھکر اپنی، گھر والوں کی، دوست واحباب کی، رشتہ داروں اور دیگر لوگوں کی اصلاح کی کوششیں کریں،حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

گانا باجا نفاق پیدا کرتا ہے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایابیشک غناء(گان باجا) دل میں نفاق کو پروان چڑھاتا ہے۔

(ابوداؤدحدیث نمبر۴۹۲۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گانا باجا دل میں نفاق کو اسی طرح پروان چڑھاتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو پروان چڑھاتا ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان جزو:۱۰ص:۲۲۳) یعنی جو گانا باجا کا جس قدر شوقین ہوتا ہے نفاق اسی حد تک اس کے قلب وجگر میں اپنی جڑیں جما چکا ہوتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو گانا باجا سنے گا اسے جنت میں روحانین سے سننے کی اجازت نہیں دی جائیگی صحابہ نے دریافت کیا، روحانین کون ہیں؟ فرمایا روحانین اہل جنت کے قراء ہیں۔

(کنز العمال: حدیث نمبر ۴۰۶۶۰)

اللہ کو دو آوازیں سخت ناپسند ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، دو آوازیں دنیا و آخرت میں اللہ کے حضور سخت ناپسندیدہ ہیں (۱) خوشی کے وقت گانے باجے کی آواز (۲) مصیبت کے وقت رونے دھونے کی آواز۔ (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ حدیث نمبر: ۴۰۱۴)

افسوس آج لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ناپسند کو اپنی پسند بنالی ہے جب کہ ہونا تو ہی چاہیے تھا کہ خوشی کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاتا اور مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے صبر اور عافیت طلب کی جاتی لیکن وائے رے حرماں نصیب خوشی کے وقت خدا اور رسول دین و مذہب، شریعت و سنت کو فراموش کر کے لوگ رقص و سرور، شراب و کباب گانے باجے کی محفلیں سجاتے ہیں، اور مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور شکوہ و شکایت کرتے ہیں۔

حضور نے گانا گانے اور سننے سے بھی منع فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے باجے سے منع فرمایا اور ان کے سننے سے بھی منع فرمایا (طبرانی فی الکبیر)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم خاص کر آلات موسیقی اور گانے باجے سے بچو، اس لیے کہ یہ دونوں دل میں نفاق کو اسی طرح پروان چڑھاتے ہیں جس طرح پانی گھاس کو پروان چڑھاتا ہے۔ (ابن صرصری فی امالیہ، کنز العمال حدیث نمبر ۴۵۶۶۷)

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کو گانا باجا سے بچنے کا حکم فرمایا تھا لیکن امتی ہونے اور غلامی کا دم بھرنے والے حضرات آج بڑی تعداد میں اپنے رسول کا حکم طاق پر رکھ کر صبح سے شام تک گانا باجا میں مصروف ہیں۔ کیا نبی کی محبت اور اطاعت کی یہی علامت ہے؟

ہوٹلوں دکانوں اور گھروں میں گانے بجانے کا رواج ہے لوگوں نے گانے بجانے کو ایسا جزو زندگی بنالیا ہے کہ کھا رہے ہیں تو گانا سن رہے ہیں لیٹے بیٹھے ہیں تو گانا سن رہے ہیں عورتیں کھانا پکا رہی ہیں تو گانا سن رہی ہیں بسوں میں سفر کریں تو گانا غرضیکہ گانا بجانا یا ایک معمول کی چیز بن کر رہ گئی ہے کالجوں میں مستقل موسیقی روم ہیں جس کو وقت گانا سننا ہو وہاں چلا جاتا ہے مسجدوں کا انتظام نہیں مگر گانے بجانے کا انتظام ضروری ہے مسلم کالجس اور اسکولوں کا یہ حال ہے کہ عشقیہ گانوں اور رغزلوں اور ناول افسانوں نے قوم کی نسلوں کو تباہ کر دیا ہے اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ اور آنے والی نسلوں کو گانے بجانے اور دیگر خرافات سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

خواتین معاشرہ کی روایات کی امین ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ. وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانِ. اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

صدر معلّمہ، مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات!

یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں کہ بہتر اور عمدہ معاشرہ کی تشکیل عورت ہی کے ذریعہ انجام پاسکتی ہے مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں جب دونوں صحیح ہوں گے اور اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھائیں گے اور قانون وضابطہ سے بڑھ کر عمدہ اخلاق کو پیش کریں گے۔تبھی جاکر زندگی خوشگوار ہوسکتی ہے اور صالح و پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ایک عورت اولاد کی پرورش میں جو اعلیٰ کردار ادا کرسکتی ہے اور مستقبل کی تعمیر وترقی میں جو اہم رول نبھاسکتی ہے مرد وہ کام اتنے حسن وخوبی کیساتھ انجام نہیں دے سکتا ہے اکابر واسلاف کی سیرتیں مطالعہ کریں تو

معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کردار سازی میں ان کو پروان چڑھانے میں ماں ہی کی تعلیم وتربیت کا خاص رول رہا ہے۔

ماں کی ذمہ داریاں اوراس کے نتائج

بچے کی پرورش کرنے والی خاتون سے ہی بچہ کی شخصیت کی بہتر تعمیر وتشکیل کی توقع کی جاسکتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہی بچے آئندہ معاشرہ کے رکن بنتے ہیں۔ چنانچہ ابتداء ہی سے ان کی اصلاح وتربت ہونا چاہیے تا کہ بنیاد بہتر ومضبوط پرجائے اورپھراس پرخوشنما عمارت تعمیر کی جاسکےاور یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ اصلاح معاشرہ میں اہم وموثر کردار خواتین ہی ادا کرسکتی ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے تعلیمات نبوی کی روشنی میں خواتین نے ہمیشہ اصلاح معاشرہ میں اہم کردار ادا کیا ہےاور کرسکتی ہیں۔

عورت معاشرہ میں کئی اہم منصب رکھتی ہےاور ہر ایک منصب ایک خاندان کی اصلاح اورخاندان کی اصلاح کے ذریعہ معاشرہ کی اصلاح کا ذریعہ بنتا ہے وہ ماں ہو یا بیٹی، بہن ہو یا بیوی، معاشرہ کی مؤثر فعال رکن ہےاور ہونا چاہیے تا کہ وہ اسلامی معاشرہ کے قیام واصلاح میں اپنا کردار فریضہ سمجھ کر بحسن وخوبی ادا کرسکے۔

اسلامی معاشرہ نے عورت کو گھریلو زندگی کی مالکہ اورنگران کا درجہ دیا ہے بچوں کی تربیت اور کردار سازی اس کا اہم وبنیادی فریضہ ہے عورت ہی مذہبی وثقافتی اقدار کی امین ومحافظ تصور کی جاتی ہے۔ عورت اگر اچھے کردار کی مالکہ دین کی اشاعت مجسمہ، مشفق وپرخلوص ہوگی تو قوم کو بنانے اور اصلاح کرنے میں مرد سے بہتر کردار ادا کرسکتی ہے، مزید براں تعلیم یافتہ خاتون یہ فریضہ زیادہ بہتر طور پر اانجام دے سکتی ہے۔ اسی لیے خواتین کی تعلیم وتربیت اہمیت رکھتی ہے ایک مرد اگر تعلیم

حاصل کرتا ہے تو ایک فرد تعلیم یافتہ بن جاتا ہے لیکن ایک عورت تعلیم حاصل کرتی ہے تو ایک خاندان کی تعلیم و تربیت کا ذریعہ بن جاتی ہے چنانچہ قوم کی اخلاقی و روحانی اقدار کے تحفظ اور معاشرے کی اصلاح کے لیے خواتین خصوصاً تعلیم یافتہ خواتین آگے بڑھ کر اپنا کردار ادا کرسکتی ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں خواتین نے یہ خدمت خوب انجام دی ہے یہاں تک کہ حق و باطل کے معرکوں میں، میدان کارزار میں خواتین نے فعال کردار ادا کیا ہے مجاہدوں کے لیے کھانا تیار کرنا، پانی پالنا، زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کرنا، ہتھیاروں کی مرمت کرنا اکثر خواتین کی ذمہ داریاں تھیں یہ باہمت اور باحوصلہ خواتین علم و عمل کے ذریعہ معاشرہ کی اصلاح اور ترقی کے لیے خدمات انجام دیتی تھیں۔

آج بھی معاشرہ کی اصلاح کے لیے خواتین کے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ ایک اچھی اور تعلیم یافتہ ماں ہی بچہ کی صحیح جسمانی، ذہنی، نفسیاتی، جذباتی، معاشرتی اور اخلاقی تربیت کرسکتی ہے اور یہی معاشرہ کی اصلاح کی بنیاد ڈال سکتی ہے، دین اسلام بھی خواتین کی تعلیم و تربیت کا زبردست حامی ہے حصول علم عورت و مرد دونوں پر فرض کیا گیا ہے اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا فرمان ہے (۱) علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ (ابن ماجہ) (۲) ہر مسلمان مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، اس پر اللہ کی طرف سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ ضرور کچھ نہ کچھ قرآن جانے اور کچھ دینی مسائل سمجھے۔ (تفسیر قرطبی: جلد۳، ص۱۲۱)

اسلامی معاشرہ میں خواتین کو معاشرہ کی روایات کا امین سمجھا گیا لیکن صد افسوس آج ہماری خواتین معاشرتی خرابیوں کی اصلاح کی بجائے ان خرابیوں میں اضافہ کر رہی ہیں وہ بچوں کی تعلیم و تربیت سے غفلت برت رہی ہیں۔ بچوں کو مناسب پیار و محبت نہ دینا، ملازمین کے رحم و کرم پر چھوڑ کر احساس محرومی کا شکار

کردینا، ناجائز ذریعے سے حاصل بے اندازہ دولت میں کھیلنے کے مواقع فراہم کرنا، تربیت سے منہ موڑنا، معاشرتی شعور بیدار کرنے کی کوشش نہ کرنا مجرمانہ غفلت ہے۔ خواتین اس قسم کی غفلت کبھی تو اپنی مجبوریوں اور ضروری مصروفیات کی بنا پر برتتی ہیں، وجوہ خواہ کچھ بھی ہوں تربیت کی ذمہ دار خواتین ہیں اسی ذمہ داری کی مناسب ادائیگی ہی معاشرہ سے جرائم و بے راہ روی کی بیخ کنی کی جاسکتی ہے بچہ جب پہلی مرتبہ کوئی غلط کام کرتا ہے اور ماں اس کے جرم پر دہ ڈالتی ہے تو یہی چھوٹا سا جرم بڑے جرائم کا پیش خیمہ بن جاتا ہے اور یہی بچے آئندہ معاشرہ میں خرابیاں اور جرائم کا سبب بنتے ہیں اور رفتہ رفتہ یہ جرائم معاشرہ کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں۔

بوقت ضرورت بچوں کی پٹائی بھی کریں

بچوں سے لاڈ پیار خوب کریں مگر غلطی پر سزا بھی دیں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ وَلَا تَرْفَعُ عَنْهُمْ عَصًا اَدَبًا اور ان سے لکڑی نہ اٹھاؤ ادب سکھانے کیلئے مطلب یہ ہے کہ ادب اور تعلیم کیلئے کبھی بھی بچوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ نہ کریں اگر ابتدا ہی میں غلطیوں پر ٹوکا نہ گیا اور مناسب سزا نہ دی گئی تو آئندہ چل کر یہی بچے بڑے بڑے جرائم کے مرتکب ہوں گے اور اس وقت سوائے کف افسوس ملنے کے اور کچھ نہ ہاتھ آئیگا بچوں کے دل بالکل سادہ ہوتے ہیں بچپن میں جو چیزیں ان کے دلوں پر نقش کردی جائیں گی وہ پتھر کی لکیر ثابت ہونگی، نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی باادب نے اپنی اولاد کو اچھے ادب سے بہتر کوئی چیز تحفہ میں پیش نہیں کی اگر ہم نے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کی تو یہی بچے ہماری نیک نامی کا ذریعہ بنیں گے اور مرنے کے بعد ذخیرۂ آخرت ثابت ہونگے اللہ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

جس کو ملا ادب سے ملا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَاتَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! جو آیت کریمہ میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے وہ سورہ حجرات کی دوسری آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ”اے ایمان والو! تم اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند مت کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں کھل کر بولا کرتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو“۔ یہ مجلس نبی کا ادب ہے۔ قاضی ابوبکر بن عربی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور ادب آپ کی وفات کے بعد بھی واجب ہے جیسی حیات میں تھا اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ آپ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ادب کیخلاف ہے اسی طرح جس مجلس میں آپ ﷺ کی حدیث پڑھی

یابیان کی جارہی ہو اس میں بھی شور وشغف کرنا بے دابی ہے کیونکہ آپ کی زبان مبارک سے ادا ہورہا ہے اس وقت سب کیلئے خاموش ہوکر سننا واجب ضروری تھا اسی طرح وفات کے بعد بھی جس مجلس میں حدیث رسول بیان کی جارہی ہو وہاں بھی شور وشغب کرنا بے ادبی ہے، اسی طرح علماء کرام کا ادب واحترام بھی بحیثیت وارث انبیاء ضروری ہے ایک دن حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے چل رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ تم ایسے شخص سے آگے چل رہے ہو جو دنیا وآخرت میں تم سے بہتر ہے اور فرمایا کہ دنیا میں آفتاب کا طلوع وغروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد ابوبکر سے بہتر وافضل ہو۔

باادب ملازم

کسی حکیم کے پاس ایک ملازم تھا، ایک روز حکیم صاحب نے اسے دوا کوٹنے کے لئے دیا، وہ حکم بجالایا اور ایک جگہ بیٹھ کر اپنے کام میں مشغول ہوگیا، حکیم صاحب کا ادھر سے ہی آنا جانا تھا جب بھی اس کے پاس سے گذرتے تو یہ ملازم راہِ تعظیم اٹھ کھڑا ہوتا اور آداب وتسلیم بجالاتا، حکیم جی بولے ارے بھائی! میرا ادھر ہی سے آنا جانا ہے اگر مجھے سو بار آنا جانا پڑے تو کیا تو سو بار کھڑا ہوگا؟ وہ بولا جی حضور! کیونکہ اگر میں ایسا نہ کروں گا تو اپنی عادت بھول جاؤں گا اور پھر جب کبھی آپ کے پاس کوئی اور صاحب تشریف لائیں گے اور میں کسی کام کی وجہ سے آداب وتسلیمات نہ بجالاؤنگا تو آپ کو برا لگے گا اور مجھ پر خفا ہوکر نوکری سے رخصت کردیں گے اور پھر کوئی دوسرے صاحب میری بدتہذیبی کی وجہ سے نوکر نہ رکھیں گے۔

بڑوں کی تو تعظیم کر ہر گھڑی
کرے گا وہی تو، جو عادت پڑی

(تعلیم نامہ ص ۴۳)

فقیہ علی مخدوم قدس سرہٗ

حضرت فقیہ علی مخدوم قدس سرہ بڑے صاحب باکمال ولی اور عالم وفاضل بزرگ گذرے ہیں ان کا واقعہ لکھا ہے کہ کسی رات ان کی والدہ ماجدہ نے ان سے پینے کیلئے پانی مانگا جھٹ سے اٹھے اور پیالہ دھوکر پانی لے آئے مگر اتنی دیر میں والدہ صاحبہ کی آنکھ لگ گئی اور سوگئیں، سعادت مند فرزند نے جگانا مناسب نہ سمجھا اور پانی رکھ کر چلا جانا بھی خلاف تعظیم وتکریم خیال کیا ان کے پاس پانی کا پیالہ لئے کھڑے رہے صبح کے قریب جب ماں بیدار ہوئیں تو بیقرار ہوکر پوچھا بیٹے تم کب سے اسی طرح کھڑے ہو؟ عرض کیا اماں جان! آپنے پانی مانگا اور میں جاکر لایا تو آپ سوچکی تھیں میرا جی نہ چاہا کہ آپ کو جگاؤں یا یہاں سے جاؤں اسی انتظار میں کھڑا رہا کہ ابھی آپ جاگیں گی اور پانی مانگیں گی تو میں پیش کرنیکی سعادت حاصل کروں گا اپنے ہونہار واطاعت شعار فرزند ارجمند کا یہ حسنِ ادب دیکھ کے اور اس کی تعظیم و تکریم بھری دل نواز ادا ملاحظہ کرکے جوش محبت وشفقت اور غایت فرح وانبساط میں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا گو ہوئیں: اے پروردگارِ بندہ نواز میرے اس بیٹے کو دونوں جہاں میں سرفراز کر اور اپنی کامل محبت عطا کر اور ولایت کی دولت سے مالا مال کر، ادھر رحمت باری کو بھی جوش آیا فورا دعا قبول ہوگئی، دیکھئے! حسنِ ادب کی برکت سے ماں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور کامل توجہ انابت اور دل لگا کر دعا کی اللہ نے تاجِ ولایت ان کے سر پر رکھ دیا۔ آپ بڑے صاحبِ کرامت بزرگ ہیں آپ کی رحلت ۸۳۵ھ میں ہوئی تاریخ وفات جنات الفردوس سے نکلتی ہے۔

ادب ہے تاج، لطفِ رب کا اے یار!
اسے سر پر رکھے، سو ہووے سردار

(تعلیم نامہ ص ۴۸)

بے ادب محروم گشت از

ادب ایک عظیم نعمت ہے اساتذہ و مشائخ کا ادب واحترام والدین کا ادب بزرگان دین کا ادب جو لوگوں کا ادب احترام کرتا ہے بعد اسی کا ہی ادب کیا جاتا ہے اور بے ادب شخص کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا ہے،''بے ادب محروم گشت از فضل رب'' جس کے اندر ادب واحترام نہ ہو وہ فضل خداوندی سے مرحوم رہتا ہے، علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ کتابوں کو بلا وضو ہاتھ نہیں لگاتے اور حاشیہ بین السطور دیکھنے کیلئے کتاب ٹیڑھی نہیں کرتے بلکہ خود ہی ادھر ادھر ہوجاتے تھے یہ تھا ہمارے اکابر کا ادب واحترام کتابوں کا اللہ تعالی نے چلتا پھرتا کتب خانہ حضرت کو بنا دیا تھا حافظہ ایسا غضب کا تھا کا ایک مرتبہ جو چیز مطالعہ کرلیا پھر وہ سالہا سال بھولتی نہ تھی اور ہمارا یہ حال ہے کہ بڑی سے بڑی کتاب احادیث وتفاسیر کو بلا وضو کے ہاتھ لگا دیتے ہیں میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر وضو تفاسیر کی کتابیں چھونا جائز نہیں بلکہ ادب کے خلاف ہے اور علم دین باادب لوگوں کو ہی عطا کیا جاتا ہے بہت اعلیٰ ذہن رکھنے والے طلباء وطالبات اپنے اساتذہ ومعلمات کی بے ادبی کیوجہ سے علم سے محروم ہوجاتے ہیں ان کو اپنے ذہن پر غرور وتکبر ہوتا ہے اور اگر علم حاصل بھی کرلیتے ہیں تو مخلوق کو فائدہ نہیں پہونچا سکتی ہیں اور وہ طالبات جن کے اندر تواضع وانکساری ہوتی ہے اور اپنی معلمات کی اطاعت وفرمانبرداری ہوتی ہیں وہی کامیاب ہوتی ہیں اور انہیں کے علوم سے قوم کا فائدہ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم سے نہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ☆

عورت اسلام میں رحمت کی مظہر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ. وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِی. اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

محترمہ صدر معلّمہ مشفق ومہربان معلمات عزیزہ طالبات ماؤں اور بہنو!

اسلام میں عورتوں کا بھی مردوں کی طرح مقام ومرتبہ بڑا اونچا اور بلند ہے عورتوں کو بھی مردوں کی طرح حقوق دیئے گئے ہیں رب کریم کا ارشاد ہے۔ وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفُ اور عورتوں کیلئے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں، اسلئے عورتوں کو احساس کمتری میں مبتلا ہونیکی ضرورت نہیں ہے۔ تاریخ کے اندر ایسی بہت سی خواتین ملتی ہیں جنہوں نے

زندگی کے مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دیکر بہت سے مردوں سے بھی سبقت لے گئیں دور صحابیات اور بعد کے ادوار میں بھی بہت سی بنات حوا ایسی ہیں جن کے تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ میں تو یہ کہتی ہوں کہ ماؤں کی محنت سے ہی اولیاء اللہ اور اقطاب وابدال بنتے ہیں اکابر واسلاف کی سیرتوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ انکی کردار سازی میں انکی ماؤں کا خاص دخل ہے۔

انسان پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے

اسلامی معاشرہ میں خواتین اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ادا کرتی رہی ہیں اور کرسکتی ہیں، کیونکہ دین اسلام نے عورت کو وہ مقام عطا کیا ہے جو اسے نہ کسی قوم نے دیا نہ مذہب نے، ملک نے معاشرہ نے جدید دور میں یورپ ہو یا امریکہ یا کمیونسٹ اور سوشلسٹ ممالک سب نے عورت کو صرف بچے پیدا کرنے کی مشین سمجھا اور یا حکومت وریاست کیلئے فوجیں مہیا کرنے کی ترغیب دی یا جنسی آزادی دے کر مردوں کے معاشرے نے خواتین کو آزادی کا فریب دیا اور اپنی تسکین کی راہ نکالی یہاں تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں۔ عورت اسلام میں رحمت کی مظہر ٹھہرائی گئی ہے اسکے قدموں تلے جنت بتائی گئی۔ نکاح کے وقت عورت کی مرضی ملحوظ رکھنا، بیوہ ہونے کی صورت میں اس سے مشورہ کے بعد دوسرا نکاح کرنے کی اجازت، وراثت میں حقدار بنانا، شوہر کیساتھ گزارہ نہ ہونے کی صورت میں علیحدگی کی اجازت وغیرہ ایسے انعامات ہیں جو عورت کو کسی اور معاشرے نے نہیں دیئے عورت کو دین اسلام نے بلند اور قابل عزت مرتبہ عطا کیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا عورت پر سب سے بڑا حق اسکے شوہر کا ہے۔ مرد پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے۔ (بخاری)

خواتین کو اسلام نے جو عظیم رتبہ عطا کیا خواتین نے بھی عموماً اسے نبھانے کی کوشش کی اور دین اسلام کی توقعات پر پورا اترنے کی جدوجہد کی۔ اصلاح معاشرہ میں ہمیشہ اہم کردار خواتین نے ادا کیا اور یہ حکم خداوندی اور تعلیمات نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے کیونکہ قرآن پاک اور احادیث نبوی ﷺ میں معاشرہ کو برائیوں سے پاک کرنے کی بار بار ہدایت فرمائی گئی ہے۔

● اگر کوئی شخص کسی ممنوع کام کو عمل میں آتا دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے ہاتھ سے بدل دے یعنی روک دے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی ظاہر کر کے اسے بند کرا دے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اسے دل سے برا سمجھے مگر یہ آخری صورت بہت ضعیف ایمان کی نشانی ہے۔

● لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اسے ظلم کرنے سے باز نہ رکھ سکیں تو جلدی خدا ان سب پر عذاب نازل کریگا۔ اگر کسی قوم میں کثرت سے گناہ ہوتے ہوں اور بعض لوگ یہ قدرت رکھتے ہوں کہ انہیں گناہ سے باز رکھ سکیں مگر ایسا نہ کریں تو جلد خدا ان سب کو مبتلائے عذاب کرے گا۔

ہم دوسروں کی اصلاح کی بھی فکر کریں

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جبرئیل امین علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کے پلٹنے کا حکم دیا جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا الہ العالمین اس بستی میں فلاں بندہ بڑا نیک اور پرہیزگار ہے کیا اس کو بھی عذاب میں مبتلا کر دوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں اس کے اوپر بھی بستی کو پلٹ دو، اس لئے کہ خود تو نیک کام کرتا تھا مگر دوسروں کو ضلالت و گمراہی سے روکنے کیلئے نہ تو کوشش کرتا تھا اور نہ ہی اس کے دل میں کوئی درد تھا۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس پر بھی بستی کو پلٹ دیا اس لئے ہمیں بھی

بھی اپنی نیکیوں پر اطمینان کر کے نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ ہر وقت دوسروں کی بھی فکر رکھیں ہمارے محلّہ اور پڑوس میں جو مائیں نماز نہیں پڑھتیں، قرآن کی تلاوت نہیں کرتیں، والدین کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں کرتیں، پڑوسیوں کے حقوق ادا نہیں کرتیں، انکا خیال رکھیں، اور ان تک دین کی بات پہونچائیں۔ اگر ہم اس سلسلہ میں کوتاہی کریں گی تو آخرت میں باز پرس ہوگی، ایک عورت اگر محنت وکوشش کرے تو پورے علاقہ اور خاندان کی اصلاح کرسکتی ہے۔ شرط یہی کہ اس کے دل میں تڑپ ہو معاشرے کی درستگی کی فکر ہو، کم از کم اتنا تو ضرور کریں کہ گھر کے بچوں کی اصلاح وتربیت کا بیڑہ اٹھائیں اولاد کی پہلی تعلیم گاہ ماں کی گود ہوتی ہے وہاں جیسی تعلیم پائیگا مرتے دم تک اس تعلیم کا اثر اسکے دل ودماغ پر حاوی رہیگا اللہ تعالیٰ مسلم عورتوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

نماز سے جسمانی صحت کا تعلق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَمِنْ اٰنَاءِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّھَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! اسلامی احکام انسانی فطرت کے مطابق ہیں انکی بجا آوری سے آخرت میں جو کچھ اللہ کے وعدے ہیں وہ تو پورے ہوتے ہیں مگر دنیا کے اندر بھی اس کے بیشمار فوائد ہیں مثلاً روزہ ہی کو لے لیجئے کہ اس میں خرچ کچھ نہیں سراسر فائدہ ہی ہے انسان کا معدہ جو سال بھر تک تین وقت محنت کرتا ہے اس کو ایک مہینہ تک دن کے اوقات میں خالی رکھیں تو طبی اعتبار سے بہت سی بیماریوں سے نجات مل سکتی ہے۔ اسی طرح نماز ہے جو چوبیس گھنٹے میں پانچ دفعہ فرض قرار دی گئی ہے اور ہر مسلمان عاقل بالغ مرد وعورت پر اسکی

ادائیگی کو شریعت نے لازم کر دیا ہے۔ایک وقت کی نماز پڑھنے سے جہاں ہزاروں اور لاکھوں نیکیاں ملتی ہیں وہیں انسانی جسم کو ظاہری و باطنی قوت بھی ملتی ہے۔لوگ طرح طرح کی ورزش صحت جسم کیلئے کرتے ہیں جبکہ نماز پڑھنے کیوجہ سے وہ تمام فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں جو محنت و مشقت کی ورزش سے حاصل ہوتے ہیں۔

نماز کے جسمانی فوائد بھی ہیں

ورزشیں نہ صرف اندرونی اعضاء مثلاً دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، دماغ، آنتوں، معدہ، ریڑھ کی ہڈی، گردن، سینہ، اور تمام اقسام کے غدود (GLANDS) کی نشو نما کرتی ہیں بلکہ جسم کو بھی سڈول اور خوبصورت بناتی ہیں یہاں تک کہ کچھ ورزشیں ایسی بھی ہیں۔جس سے عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے ایسی ورزشیں بھی ہیں جن کے ذریعے آدمی غیر معمولی طاقت کا مالک بن جاتا ہے اور ایسی بھی ہیں جن سے چہرے کے نقش و نگار خوب صورت اور حسین نظر آنے لگتے ہیں، بڑی عمر کا آدمی ہر ورزش نہیں کر سکتا، لیکن نماز ایک ایسا عمل ہے جس پر ہر بندہ آسانی کیساتھ عمل پیرا ہو سکتا ہے۔عمر کیساتھ ساتھ آدمی کی وریدیں (VEINUS) شریانیں (ARTERIES) اور عضلات کی طاقت کم ہو جاتی ہے، اور ان کے اندر ایسے مادے پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے بے شمار امراض لاحق ہونے لگتے ہیں مثلا گٹھیا، عرق النساء، امراض قلب، ہائی بلڈ پریشر اور بے شمار دوسرے دماغی امراض۔ ان بیشمار بیماریوں سے نجات پانے کیلئے نماز ہمارے لیے قدرت کا ایک بہترین علاج ہے۔ورزش کا یہ اصل اصول ہے کہ اگر آپ کسی ورید، شریان یا کسی اور مخصوص عضو کی سختی دور کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے جسم کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیجئے۔پھر اس حصہ جسم میں تناؤ پیدا کیجئے اور کچھ دیر تناؤ کی حالت برقرار رکھنے کے بعد جسم کو پھر

ڈھیلا چھوڑ دیجئے۔ ماہرین ورزش کے اصول وضوابط اور ورزش کے لیے نشستیں بھی متعین کی ہیں۔ ہم یہ بات جان چکے ہیں کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے نماز ادا کرنے کے طریقے میں وہ سب سمو دیا ہے جس کی نوع انسانی کو ضرورت ہے خواہ وہ ذہنی یکسوئی ہو، آلام، ومصائب سے نجات پانا ہو، غیب کی دنیا میں سفر ہو، اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرنا ہو یا جسمانی صحت ہو، نماز مجموعہ اوصاف، کمال ہے، آیئے تلاش کریں کہ نماز اور ہماری صحت کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

صحت اللہ کی بڑی نعمت ہے

چونکہ صحت کا ہونا انسان کیلئے ہر مخلوق کیلئے انتہائی ناگزیر ہے ایک صحت مند جسم میں ہی صحتمند دماغ ہوتا ہے، جب ذہن ودماغ صحیح ہوگا اسی وقت انسان ہر کام کو ٹھیک طور پر انجام دے سکتا ہے اخباروں میں برابر اس طرح کی باتیں آتی رہتی ہیں کہ فلاں قسم کا ورزش کرو اس سے یہ فائدہ ہوگا حالانکہ اگر ہم پورے طور پر اسلام میں داخل ہوجائیں یعنی اسلام کا ایک ایک حکم اپنی زندگی کے شب وروز میں داخل کرلیں اور جس طرح شریعت نے ہم کو کرنے کا حکم دیا ہے ہم اسی طرح اس کو انجام دیں تو ہم کو الگ سے ورزش کرنیکی ضرورت ہی نہیں پڑیگی۔ آج سائنسداں اسلام کے ایک ایک حکم پر ریسرچ اور تحقیق کر رہے ہیں پھر اس کے سیکڑوں فوائد سامنے آتے ہیں اس کے حقانیت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے۔ میں نماز کے متعلق عرض کر رہی تھی کہ نماز اور ہماری صحت کا آپس میں کیا تعلق ہے۔

نماز قائم کرنے کے لیے ہم سب سے پہلے وضو کا اہتمام کرتے ہیں۔ وضو کے دوران جب اہم اپنا چہرہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوتے ہیں، گردن اور سر کا مسح کرتے ہیں تو ہمارے اندر دوڑنے والے خون کو ایک نئی زندگی ملتی ہے۔ جس سے

ہمیں سکون ملتا ہے۔اور تسکین سے ہمارے سارا اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے پر سکون اعصاب سے دماغ کو آرام ملتا ہے اعضائے رئیسہ،سر،پھیپھڑے،دل اور جگر وغیرہ کی کارکردگی بحال ہوتی ہے۔ہائی بلڈ پریشر کم ہو کر نارمل ہو جاتا ہے۔چہرے رونق اور ہاتھوں میں رعنائی اور خوبصورتی آجاتی ہے۔وضو کرنے سے اعصاب کا ڈھیلا پن ختم ہو جاتا ہے۔آنکھیں پر کشش ہو جاتی ہیں۔سستی اور کاہلی دور ہو جاتی ہے آپ کبھی بھی تجربہ کر سکتے ہیں۔ہائی بلڈ پریشر کے مریض کو وضو کرائیں،بلڈ پریشر کم ہو جائے گا۔جب ہم وضو کرنے کے بعد نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو پہلے ہمارا جسم ڈھیلا ہوتا ہے لیکن جب نماز کی نیت کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو قدرتی طور پر جسم میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے۔اس حالت میں آدمی کے اوپر سے سفلی جذبات کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔سیدھے کھڑے ہونے میں ام الدماغ سے روشنیاں چل کر ریڑھ کی ہڈی سے ہوتی ہوئی پورے اعصاب میں پھیل جاتی ہیں یہ بات سب جانتے ہیں کہ جسمانی صحت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے اور عمدہ صحت کا دارومدار ریڑھ کی ہڈی کی لچک پر ہے۔نماز میں قیام کرنا گھٹنوں،ٹخنوں،اور پیروں سے اوپر پنڈلیوں،پنجوں اور ہاتھ کے جوڑوں کو قوی کرتا ہے،گٹھیا کے درد کو ختم کرتا ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ جسم سیدھا رہے اور ٹانگوں میں خم واقع نہ ہو۔جھک کر رکوع میں دونوں ہاتھ اس طرح گھٹنوں پر رکھیں جائیں کہ کمر بالکل سیدھی رہے اور گھٹنے جھکے ہوئی نہ ہوں۔اس عمل سے معدے کو قوت پہنچتی ہے،نظام ہضم درست ہوتا ہے،قبض دور ہوتا ہے،معدے کی دوسری خرابیاں نیز آنتوں اور پیٹ کے عضلات کا ڈھیلا پن ختم ہو جاتا ہے۔رکوع کا عمل جگر اور گردوں کے افعال کو درست کرتا ہے۔اس عمل سے کمر اور پیٹ کی چربی کم ہو جاتی ہے۔خون کا دوران تیز ہو جاتا ہے۔چوں کہ دل اور سر ایک سیدھ میں ہو جاتے ہیں اس لیے دل کے لیے

خون کو سر کی طرف پمپ (PUMP) کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے اور اس طرح دل کا کام کم ہو جاتا ہے۔ اور اسے آرام ملتا ہے جس سے دماغی صلاحیتیں اجاگر ہونے لگتی ہیں۔ اگر تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ پر غور کر کے تین سے سات بار تک پڑھی جائے تو مراقبہ کی سی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔

دورانِ رکوع ہاتھ چونکہ نیچے کی طرف ہوتے ہیں اس لیے کندھوں سے لے کر ہاتھ کی انگلیوں تک پورے حصے کی ورزش ہو جاتی ہے۔ جس سے بازو کے پٹھے (MUSCLES) طاقتور ہو جاتے ہیں جو فاسد مادے بڑھاپے کی وجہ سے جوڑوں میں جمع ہوتے ہیں، از خود خارج ہو جاتے ہیں۔

نماز کے جب اتنے سارے فوائد ہیں تو آیئے عہد کریں کہ ہم نماز کی مکمل پابندی کریں گے اور اپنے گھر والوں کو بھی نماز پڑھنے کی تاکید کریں گے اور کوئی نماز ہم قضا نہیں ہونے دیں گے۔ اگر کسی ضرورت شدید کیوجہ سے کوئی نماز ہم سے فوت ہو رہی ہے تو بعد میں اس کو پڑھ لیں گے۔ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پنج وقتہ نمازی بنائے اور اسلام کے ایک ایک حکم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

سود کی نحوست

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

قابل صد احترام معلمات، عزیزہ طالبات، بزرگ ماؤں اور بہنو! قرآن وحدیث میں بیشتر مقامات پر سود کی شناعت وقباحت بیان کی گئی ہے، مدینہ کے یہود بڑی کثرت سے سودی کاروبار کیا کرتے تھے۔ آج بھی بڑے پیمانے پر یہود ہی سودی کاروبار کررہے ہیں اور پوری دنیا میں سود جیسی لعنت میں ملوث اور گرفتار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے ہی فرمادیا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ لوگ سود کھائیں گے اور اگر نہ کھائیں گے تو کم ازکم سود کی بھاپ تو لگ ہی جائیگی۔ آج وہی زمانہ آگیا ہے کہ لوگ سود کھارہے ہیں اور بینکوں میں ملازمت کررہے ہیں۔

عَنْ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَمُؤَكِّلَهٗ وَشَاهِدَهٗ وَكَاتِبَهٗ۔

(ترمذی ص ۱۴۵ ج ۱۔ باب اکل الربو۔ وکذا فی الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان۔ ص ۲۴۴ وکذا فی النواہی فی الصحیحین۔ ص ۱۶۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر، اس کے وکیل بننے پر، اس کا گواہ بننے والے پر اور اس کے بارے میں لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

مذکورہ حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ سود کی وجہ سے چار آدمیوں پر لعنت برستی ہے۔(۱) سود کھانے والے پر۔(۲) سود کے لئے وکیل بننے والے پر۔(۳) سود کے لئے گواہ بننے والے پر۔(۴) سود سے متعلق حساب کتاب کرنے والے پر۔

سود کا گناہ زنا سے بھی بڑھا ہوا ہے

ایک حدیث میں آتا ہے: اَلرِّبٰو سَبْعُوْنَ جُزْءً اَیْسَرُھَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّہٗ سود کی ستر شاخیں ہیں ان میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرے اتنی سخت وعیدیں ہیں سود کھانے کھلانے اور لینے دینے والوں پر سود کھانیوالوں میں حسد بغض عدوات ساری دنیا کی برائیاں موجود ہوتی ہیں۔ اور کبھی بھی سود خور دوسروں کا بھلا نہیں سوچ سکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سودی کاروبار اور سودی لین دین کو بڑی سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ ابتداء میں تدریجی طور پر سود کی قباحت کو بیان کیا گیا پھر جب منع کر دیا گیا اس کے بعد بھی کوئی شخص سود لیتا یا دیتا ہے یا اس کا کاروبار کرتا ہے۔ تو اللہ و رسول کی طرف سے اس سے اعلان جنگ ہے سورہ بقرہ کے اخیر میں ارشاد باری ہے۔ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ تو اعلان کر دو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کرنے کا۔ ظاہر ہے کہ اللہ و رسول سے کوئی بھی لڑائی نہیں کر سکتا اس کا واحد راستہ یہی ہے کہ سودی کاروبار کے بالکل قریب نہ جائے۔

لائبری اور ماہانہ فنڈ

قرآن کریم میں سود کی شناعت وقباحت کو جتنی شدت اور سختی کے ساتھ بیان کیا گیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ورسول کے نزدیک سود سارے گناہوں سے بڑھ کر ہے۔اور بعض روایتوں میں سود کا گناہ زنا سے ستر گنا زیادہ بتلایا گیا ہے آج کل بہت سے لوگ لائبری بھی کھلتے ہیں جو جوئے کی ایک شکل ہے اسلام اسکی قطعا اجازت نہیں دیتا اسی طرح بینکوں میں جو پیسے جمع کئے جاتے ہیں اور اس میں اضافی رقم جو آتی ہے اس کا استعمال بھی جائز نہیں ! کیونکہ وہ بھی سود ہی ہے۔ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ سود کی رقم جو بینکوں میں پڑی ہوتی ہے اس کو کیا کرنا اگر نہیں لیتے ہیں تو بینک والے وہ رقم لیلیں گے اور اسلام کے خلاف بھی وہ رقم استعمال ہوسکتی ہے اور اپنے مصرف میں اس کا استعمال کرنا جائز نہیں تو ایسی صورت میں وہ رقم کیا کریں۔علماء کرام سے معلوم کر کے اس رقم کو جو سود کی شکل میں بینکوں میں پڑی ہوئی ہے ضرور نکال لیں پھر اس کو ضرورت کے موقعوں میں استعمال کر دیں۔اس سودی رقم کو اپنی ضرورت کیلئے نہ کریں اور نہ ہی کسی مسجد ومدرسہ کو یہ رقم دیں اور جس کو بھی دیں ثواب کی نیت ہرگز نہ کریں بلانیت ثواب وہ سودی جیسے دوسروں کے حوالے کر دیں اور اس کیلئے مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں کسی غریب ونادار غیر مسلم کو بھی سود کے پیسے دے سکتے ہیں البتہ زکوۃ صرف مسلمانوں ہی کو دے سکتے ہیں۔

سود سے کیسے بچیں

سود سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں؟ اس کا یہی طریقہ ہے کہ ہم اللہ ورسول کے ارشادات وفرمودات پر یقین کرنیکے ساتھ آخرت میں جوابدہی کا احساس بھی اپنے

دلوں میں پیدا کریں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے لیکن اس کا آخری انجام قلت اور کمی ہے۔ جن لوگوں نے سود کے ذریعہ اپنی دولت میں اضافہ کیا اور یہاں وہ لکھ پتی کروڑ پتی بن گئے۔ آخرت میں بالکل مفلس اور کوڑی کے محتاج ہوں گے۔ اور انکی وہ دولت جو سود کے ذریعہ اکٹھی کی ہے وہی انکے لئے وبال جان بن جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس رات مجھے معراج ہوئی میرا گذر ایک ایسے گروہ پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح تھے اور ان میں سانپ بھرے ہوئے ہیں جو باہر سے نظر آتے ہیں میں جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں (جو ایسے عذاب میں مبتلا ہیں) انہوں نے بتلایا کہ یہ سود خور لوگ ہیں اللہ اکبر، سود کی اتنی سخت وعیدیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی سود سے حفاظت فرمائے اور جہنم کے عذاب الیم سے بچائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

بیٹیوں کی پرورش پر جنت کی بشارت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَلَاتَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

قابل صدر احترام معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! سورہ نسا کے اندر اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور اسی سے اسکا جوڑا پیدا فرمایا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔ روئے زمین پر بسنے والے کروڑہا کروڑ انسان سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں خواہ مرد ہوں یا عورت، مسلم ہوں یا غیر مسلم، کالے ہوں یا گورے، اس ملک میں پیدا ہوئے ہوں یا کسی اور ملک میں، بہر حال سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور سب انسان ہیں اور ہر ایک کے ساتھ انسانوں جیسا معاملہ اور برتاؤ کرنا لازم اور ضروری ہے۔ اور جس طرح مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق ہیں۔ جس طرح لڑکوں کے حقوق ہیں اسی طرح

لڑکیوں کے بھی حقوق ہیں۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام نے لڑکیوں کو بہت اونچا مقام عطا کیا لڑکیوں کی پرورش ان کی تعلیم وتربیت پر جنت کی بشارت سنائی اور ان کو رحمت خداوندی قرار دیا۔ بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو لڑکیوں کی پرورش اوران کی تعلیم وتربیت پر صحیح توجہ کرتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ بیٹوں کو بیٹیوں پر فوقیت دے جس سے وہ احساس کمتری میں مبتلا ہوں اور انکی تکلیف کا باعث بنے اس لیے اولاد کی تعلیم وتربیت اور عطیات دینے میں برابری کرنی چاہیے۔

ایک بیٹی کی پرورش پر بھی جنت کی بشارت

جس شخص کی دو بیٹیاں ہوں وہ انہیں کھلاتا پلاتا ہوا اپنی طاقت کے مطابق انہیں کپڑا دیتا ہو اس نے ان پر صبر کرلیا وہ اس کیلئے دوزخ کی آگ سے حجاب ہوں گی۔ جس کی تین بیٹیاں ہو اور وہ ان پر صبر کرے انہیں کھلاتا پلاتا ہو اور کپڑا بھی دیتا ہو وہ اس کیلئے دوزخ سے حجاب ہوں گی اس کے ذمہ صدقہ اور جہاد نہیں ہے۔ (حاکم)

جس شخص کے ہاں ایک بیٹی ہو اس نے اچھی طرح سے اس کی تربیت کی اچھی تعلیم سے اسے آراستہ کیا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی اس پر وسعت کی وہ بیٹی اس کے لئے دوزخ سے رکاوٹ اور پردہ ہوگی۔ (طبرانی)

جس شخص کی دو بہنیں ہوں اس نے ان کے اٹھنے بیٹھنے کا اچھا بندوبست کیا وہ ان دونوں کے درمیان جنت میں داخل ہوگی۔ (احمد)

جس شخص کی تین بیٹیاں ہو یا تین بہنیں ہو اس نے ان کی خوشی غمی پر صبر کرلیا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا چونکہ ان عورتوں پر وہ رحم کھاتا رہا ہے۔ کسی نے عرض کیا جس کی دو بیٹیاں ہو؟ فرمایا جس کی دو بیٹیاں ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ عرض کیا گیا جس کی ایک بیٹی ہوں؟ فرمایا جس کی ایک بیٹی ہو اس کا بھی یہی حکم

ہے۔ (خرائطی) جس شخص کی ایک بیٹی ہو وہ تھکا ہوتا ہے جس کی دو بیٹیاں ہوں وہ بوجھل ہوتا ہے جس کی پانچ بیٹیاں ہوں وہ میرے ساتھ جنت میں یوں ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں اور جس شخص کی چھ بیٹیاں ہو اس کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی وہ آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (رواہ الوالشیخ عن انس)

جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان کی دیکھ بھال کرتا رہا ان پر رحم کھایا اور ان کی کفالت کی یقیناً ان کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے عرض کیا گیا یارسول اللہ اگر دو بیٹیاں ہوں؟ فرمایا اگر تین ہوں تب بھی یہی حکم ہے۔ (احمد)

جس شخص کی تین بیٹیاں ہو اس نے ان کی پرورش کی انہیں ٹھکانا مہیا کیا اوران کی کفالت کی اس کیلئے جنت واجب ہو جائے گی عرض کیا گیا اگر دو ہوں فرمایا دو کا بھی یہی حکم ہے۔ عرض کیا گیا اگر ایک ہو؟ فرمایا ایک کا بھی یہی حکم ہے۔ (طبرانی)

بیٹیاں شفقت کی دلدادہ ہوتی ہیں اور بابرکت ہوتی ہیں۔ جس کی ایک بیٹی ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ کے آگے پردہ کر دیتے ہیں۔ جس کی دو بیٹیاں ہو اسے جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔ جس کے یہاں تین بیٹیاں ہوں یا اتنی ہی تعداد میں بہنیں ہوں اس کے ذمہ سے جہاد اور صدقہ اٹھالیا جاتا ہے۔ (دیلمی)

اولاد کو برابر تحفہ دو

احادیث شریفہ میں اتنی کثرت سے بشارتیں اور خوشخبریاں آنے کے باوجود مسلمانوں میں ایک بہت بڑا طبقہ ایسا ہے جو لڑکیوں کی پیدائش پر اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا کہ لڑکوں کی پیدائش پر اور اسی واسطے بیٹیوں کی تعلیم وتربیت اور عطیہ میں بیٹوں کیساتھ برابری نہیں کرتے جبکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ سَوُّوْ بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِی الْعَطِیَةِ فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلًا اَحَدًا لَفَضَّلْتُ النِّسَآءَ دادودہش میں اپنی

سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا معاملہ کرو اگر میں اس معاملہ میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں یعنی لڑکیوں کو ترجیح دیتا۔ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ اولاد کے درمیان مساوات اور برابری ضروری نہ ہوتی تو میں اس بات کا حکم دیتا کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ دیا جائے۔ اس حدیث کی بنیاد پر فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ والدین کے انتقال کے بعد لڑکیوں کو لڑکوں کے مقابلہ میں میراث کا نصف حصہ دیا جائے گا مگر زندگی میں والدین کیلئے برابری کرنا ضروری ہے جتنا لڑکوں کو ہدیہ و تحفہ دیں اتنا ہی لڑکیوں کو بھی دیں زندگی میں تحفہ اور عطیہ دینے میں کمی بیشی نہ کریں۔ آجکل اس سلسلہ میں بڑی کوتاہیاں ہو رہی ہیں بیٹیوں کے جو حقوق ہیں وہ دیئے نہیں جا رہے ہیں، اور شادیوں میں جہیز کے نام پر فضول خرچی میں بہت سے پیسے خرچ کر دیتے ہیں، اس کو سمجھتے ہیں کہ لڑکیوں کے حقوق ادا ہو گئے۔ اگر فضول خرچیوں سے بچا جائے تو بآسانی لڑکیوں کے حقوق ادا کئے جا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو فضول خرچی کرنے سے بچائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

مالدار بننے سے اخلاق پیدا نہیں ہوتے!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ. وَقَالَ تَعَالٰی قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

میری بزرگ معلمات، اور پیاری پیاری طالبات! میں آپ سے بلا کسی تمہید کے عرض کرتی ہوں کہ مدارس اسلامیہ کا ماحول، اسکولوں اور کالجوں سے بدرجہا بہتر ہے، کیوں کہ مدارس میں تعلیم کے ساتھ اخلاق و آداب پر بھی زور دیا جاتا ہے، بلکہ یوں کہیے کہ اخلاق و آداب کے بغیر اسلامی تعلیمات حاصل نہیں ہوسکتی۔ طالب علم جیسے جیسے علم دین سے آراستہ ہوتا جاتا ہے ویسے ہی اسکے اخلاق بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ مجھے یہ بات کہنے میں کسی بھی قسم کی جھجک نہیں ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں علم و ہنر تو ضرور حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن طلباء یا طالبات اخلاق و آداب سے یکسر کورے رہ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ خوش حال ہو جائیں یا بڑے بڑے عہدہ پر پہونچ جائیں یا کسی فیکٹری اور مل کے مالک بن جائیں مگر وہ اخلاق اور کردار سے

خالی ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اسکولوں اور کالجوں یا یونیورسٹیوں سے فارغ ہوکر نکلنے والے لوگ بعض اوقات سماج میں بڑی گھناونی حرکت کر بیٹھتے ہیں۔مثال کے طور پر لندن سے ایک دلچسپ خبر آئی کہ وہاں ''لارا جانسن'' نامی ایک ۱۹ سالہ دوشیزہ کو چوری اور لوٹ کے الزامات میں ماخوذ کر کے اس پر مقدمہ قائم کردیا گیا ہے، انڈی پینڈنٹ نیوز پیپر کے مطابق گزشتہ دنوں لندن میں ہونیوالے نسلی فسادات کے دوران اس نے متاثرہ علاقے کی ایک دوکان سے ٹی وی سیٹ اور موبائل سیٹ چوری کیے تھے، یہ سامان اس کی کار میں پایا گیا تھا۔۲۲ رستمبر کولندن کی ایک عدالت نے اسے مشروط ضمانت دے دی ہے،اور ہدایت کی ہے وہ شام سات بجے سے صبح چھ بجے تک اپنے گھر سے نہ نکلے، ادھر اس کی یونیورسٹی نے بھی اسے کلاسوں میں شرکت سے اس وقت تک کیلئے روک دیا ہے جب تک اس کے مقدمے کا فیصلہ نہیں ہوجاتا۔(ٹائمس آف انڈیا، ۲۳ ستمبر) خبر کی دلچسپی یہ ہے کہ یہ لڑکی کروڑ پتی باپ کی خوش حال بیٹی ہے، اسے سامان چوری کرنیکی ضرورت نہیں تھی، پھر پتہ نہیں اس نے یہ حرکت کیوں کی، تفریحا یا تارکین وطن کیخلاف غم وغصے کے اظہار کے طور پر؟ یا پھر مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے؟ سبب جو بھی رہا ہو اس واقعے کی خبر نے ساڑے نو سال پہلے کے ان واقعات کے مناظر نگاہوں میں گھما دئے جو ہمارے ملک کی گجرات ریاست میں پیش آئے تھے۔خصوصاً احمد آباد میں جو ریاست کی راجدھانی ہے، بہت بڑا صنعتی اور کاروباری شہر بھی ہے،اور جہاں کروڑ پتی بڑی تعداد میں آباد ہیں۔

خوف خدا سے امن قائم ہوسکتا ہے

انسان کے اخلاق کیسے درست ہوسکتے ہیں معاشرے کے اندر پھیلی ہوئی برائیوں سے نجات کیسے مل سکتی ہے گناہوں پر بندش کیسے لگ سکتی ہے؟ امن وامان کا

ماحول کیسے قائم ہوسکتا ہے؟ کیا اعلی عہدے اور مناصب سے ہوسکتا ہے؟ اعلی تعلیم کے ذریعہ ہوسکتی ہے؟ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑے بڑے تعلیم یافتہ ملکوں کے سربراہ ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ بڑے بڑے کمشنز اربوں کے مال واسباب کا انبار لگانے والے سب جیلوں کی ہوا کھا رہے ہیں، انکی تعلیم، ان کا مال وزر، ان کے عہدے اور مناصب، ان کے کچھ بھی کام نہیں آرہے ہیں جبکہ کل انہیں کے اشاروں پر حکومت چل رہی تھی۔ بہر حال ان سب چیزوں کی اصلاح کس چیز کے ذریعہ ہوسکتی ہے، تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ دنیا میں امن وامان قائم ہوگا صرف اللہ کے خوف سے، اس کے علاوہ کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ جب انسان کے اندر اللہ کا خوف پیدا ہوجائے آخرت کی فکر آجائے تو کسی پر ظلم نہیں کریگا، غریبوں کا مال نہیں ہڑپ کریگا، یتیموں، مسکینوں، بیواؤں پر غلط نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھے گا، بلکہ ان کی حفاظت کرنے کو اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھے گا۔

آج کل جو فسادات ہورہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ کا خوف غالب نہیں ہے۔ لوگوں کو دنیا کی ہوس ہوگئی۔ قتل وغارتگیری کو معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ ۲۷ رفروری ۲۰۰۲ء کو گودھرا اسٹیشن پر ٹرین میں آتشزدگی یا آتشزنی کے واقعے کو بنیاد بنا کر جب ریاست میں ایک فرقے کے خلاف قتل وغارت گری اور لوٹ مار کا سلسلہ ریاستی سرکار کی سرپرستی میں گرم ہوا تو لوٹ مار میں خوشحال خاندانوں کے افراد نے بھی حصہ لیا، قتل وغارت گری اور چھوٹی موٹی لوٹ مار کے کام پر ان بر ادریوں کو لگا دیا گیا تھا جنہیں ''نچلی جاتیاں'' سمجھا جاتا ہے، اور جنہیں بڑے ہاتھ مارنے کے مواقع نہیں ملتے، جب کہ بڑی بڑی دوکانوں، قیمتی سامان کے اسٹورس اور مالس کی لوٹ مار کا کام امیر اور خوشحال خاندانوں کے افراد نے اپنے لئے رکھا تھا، احمد آباد اور دیگر بڑے شہروں میں لوگ شاندار کاروں میں آ آ کر سامان لوٹ رہے

تھے، ٹی وی کیمروں نے یہاں تک دکھلایا تھا کہ بہت سے لوگ بڑی دوکانوں کے مالک کے سامنے اپنی گاڑیاں روکتے، پھر بغیر کسی خوف کے اندر گھستے اورنہایت اطمنان سے سامان دیکھ دیکھ کراٹھاتے، باہر نکل کرآرام سے گاڑیوں میں رکھتے اور چل دیتے، زیورات اورقیمتی کپڑوں کے علاوہ ٹی وی سیٹ، واشنگ مشین، ریفریجریٹراوردوسرا الیکٹرانک سامان ان کی خاص پسند تھی، سروے کرایا جائے توان میں سے بہت سامان آج بھی ان خوشحال خاندانوں کے گھروں میں موجود ملے گا۔

اخلاق تو مذہب اسلام سکھاتا ہے

اسکولوں اورکالجوں میں صرف عصری علوم سکھائے جاتے ہیں پیٹ پالنے کیلئے گویا ایک ذریعہ معاش ان کو دیدیا جاتا ہے۔ اخلاق نہ ہونے کی وجہ سے یہی اسکول وکالجس کے طلبہ ہی معاشرے کوخراب کرتے ہیں اورموقع پڑنے پر چوری اوراس طرح کی دیگر ذلیل حرکتوں سے گریزنہیں کرتے ہیں۔ اس لئے اخلاق کو سدھارنے کیلئے اسلامیات کا حاصل کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ اسلام ہی اعلی اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور ہرطرح کی ذلیل حرکتوں سے روکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشادفرماتے ہیں جس نے دھوکا دیا وہ ہم مسلمانوں میں سے نہیں۔ سچائی کو ہمیشہ لازم پکڑو، غصے سے بچو، رشوت دینے اورلینے پرلعنت فرمائی گئی، جب کسی گھر میں داخل ہوتو سلام کرواورحالات لئے بغیر گھر میں داخل مت ہوکسی عمدہ تعلیم ایسی ہی تعلیم انسان کے اندر سدھار پیدا کرسکتی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

علم کی ضرورت کیوں ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

صدر جلسہ، مشفق ومہربان معلمات،عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! میری تقریر کا موضوع ہے علم کی ضرورت کیوں ہے؟ اسی تعلق سے کچھ باتیں آپ کے گوش گذار کرنی ہے علم کی ضرورت واہمیت کیلئے صرف یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں ﷺ پر غار حراء میں سب سے پہلی جو آیت نازل فرمائی وہ اقرأ باسم الخ ہے جس میں تعلیم کا تذکرہ کیا گیا ہے، پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، انسان کو پیدا کیا گوشت کے لوتھڑے سے، پڑھئے اپنے رب کے نام سے

جو بڑا باعزت ہے، جس نے سکھلایا قلم کے ذریعہ، انسان کو بتلائیں وہ باتیں جو اسے معلوم نہیں تھیں، علم ہی ایک قیمتی شئی ہے جس سے انسان ترقی کے بام عروج کو پہونچ سکتا ہے۔ دنیوی علوم سے دنیوی ترقی ہوگی اور دینی علوم سے اخروی ترقی ہوگی اور علم کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض قرار دیا گیا ہے، اگر علم نہیں ہے تو انسان خدا کو نہیں پہچان سکتا ہے کہ: بے علم نتواں خدارا شناخت جب علم نہیں ہوگا نہ تو ہم نماز صحیح پڑھ سکتے ہیں، نہ روزہ صحیح رکھ سکتے ہیں، اور نہ ہی دین کا کوئی حکم بہتر طریقہ پر ہم انجام دے سکتے ہیں، اسلئے علم کا حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔

علم کی ضرورت ہر شئے پر مقدم

آدمی جب کسی چیز کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو اس کیلئے تکلیف ومشقت برداشت کرتا ہے اور اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ آدمی اگر غور کرے تو اس کو بآسانی یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ دوسری چیزوں کے بہ نسبت اس کو علم کی ضرورت زیادہ ہے۔ مثلا انسان یہ خیال کرے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر چند چیزیں فرض فرمائی ہیں اور جب تک ان چیزوں کو معلوم نہ کرلوں تب تک ان فرائض کو ادا نہیں کرسکتا۔ کچھ چیزوں سے رب پروردگار نے منع فرمایا ہے، اور ان سے اجتناب واحتراز بھی علم کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے۔

اللہ نے مجھ پر نعمتوں کے شکریہ کو واجب کیا ہے، اور جب تک خود وہ نعمتیں ہی معلوم نہ ہوں تو ان کا شکریہ بھی ادا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کیساتھ منصفانہ سلوک اور اچھا برتاؤ کرنے کے لیے فرمایا ہے اور انصاف بغیر علم کے نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے عداوت کا حکم فرمایا ہے اور شیطان سے یہ عداوت بھی علم کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے۔

قیامت کے دن حفاظ کا مقام بہت بلند ہوگا

اکابرین امت نے ایک ایک حدیث کو حاصل کرنے کیلئے سینکڑوں میلوں کا سفر کیا جبکہ وہ زمانہ آج کل کی طرح ہواؤں میں اڑنے کا نہیں، بلکہ اونٹوں پر سفر کرنیکا تھا ،اور بسا اوقات تو غربت وافلاس کیوجہ سے سو سو میل کا سفر پیدل کیا کرتے تھے اور جب حدیث معلوم ہوجاتی تو اتنا خوش ہوتے تھے گویا کوئی ملک حاصل ہوگیا ہو۔ یہ دین جو آج ہم تک صحیح سالم پہونچ گیا ہے یوں ہی نہیں آیا، بلکہ بڑی مشقتوں اور قربانیوں کے بعد ہم تک پہونچا ہے مگر آج علم حاصل کرنیکا وہ جذبہ اور شوق نہیں رہا جو پہلے تھا لوگ آرام طلب ہوگئے ہیں اور علم تو بڑا ہی مستغنی ہے جب اپنا سب کچھ اسے دیدیں گے تب اپنا کچھ حصہ تم کو دے گا۔ اور بڑی ہی عاجزی اور تواضع سے یہ علم حاصل ہوتا ہے غرور و تکبر کرنیوالے یہ علم حاصل نہیں کر سکتے اور اگر حاصل بھی کرلیں تو اس علم سے لوگوں کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے علم حاصل کرنے کیلئے بڑی محنت درکار ہے اس کیلئے نیت کو خالص رکھیں دنیوی علوم کیلئے اخلاص کی ضرورت نہیں اس سے تو فقط دنیا کا حصول مقصود ہے مگر دینی علوم حاصل کرنے کے لئے بڑے شرائط ہیں۔ اگر اخلاص نیت سے علم حاصل کریں گے تو دنیا کا بھی فائدہ ہوگا اور آخرت میں بھی ترقی قدم چومے گی۔

مرنے کے بعد علماء کا بہت بڑا مقام ہوگا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس نے اپنی اولاد کو قرآن حفظ کرایا اس کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائیگا جو سورج سے زیادہ روشن ہوگا، تو اس سے اندازہ لگائے کہ جس نے خود یہ علم حاصل کیا ہوگا اس کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا اور لوگ اس پر کتنا رشک کریں گے۔ جس نے قرآن کریم حفظ کرلیا وہ دس ایسے لوگوں کی سفارش کرے گا جن کے دوزخ میں جانے کا اعلان

ہو گیا ہو گا یہ بہت ڑا اعزاز ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حفاظ کا۔ اسی طرح علماء کرام کا بہت بڑا مقام ہے۔ اس لئے علم کا حاصل کرنا بہت ہی ضروری ہے گھر کے کچھ افراد کو ضرور علم دین سے آراستہ و پیراستہ کریں اور دین کی ضروری معلومات تو ہر ہر فرد کو ضرور ہونی چاہیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

سماجی خدمت کی اہمیت اور وقعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. يُؤْثِرُوْنَ النَّاسَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ .

محترمہ صدر معلّمہ ،عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔اسلئے ہر انسان کے ساتھ ہمدردی خیر خواہی اور غمگساری کا معاملہ کرنا چاہیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

آدمی کو دنیا میں رہ کر ایسے کام کرنے چاہیے کہ لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی یاد رکھیں۔انسان آبادی کے اندر رہے تا کہ لوگوں کے احوال معلوم ہوں ان

کے غم اور درد کو سمجھ سکے۔اسی لئے اسلام میں رہبانیت نہیں ہے جیسا کہ عیسائیت کے اندر ہے اپنی بیوی بچوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا کر لوگ عبادت کیا کرتے تھے ان کو لوگوں کے احوال سے ان کی غمی وخوشی سے کوئی سروکار نہیں تھا، مگر اسلام اس چیز کو پسند نہیں کرتا۔

حضور اکرام ﷺ نے ارشاد فرمایا مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کو محبوب وہ بندہ ہے جو اس کے کنبہ کیساتھ اچھا معاملہ کرے۔(مشکوۃ المصابیح، باب الشفقة الفصل الثالث) انسانوں سے ہمدردی اوران کی خدمت کا سرچشمہ اللہ کی محبت ہے یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار بندوں کی خدمت کی شکل میں ہے۔قرآن میں ارشاد ہے: اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ وہ خود ہی ضرورت مند کیوں نہ ہوں اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا سمجھو کہ وہی کامیاب ہے۔(سورۂ حشر:۹)

مسلمان مسلمان کا بھائی

بخاری میں ایک روایت منقول ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو سپرد کرتا ہے، اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں کام آتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی ضرورت میں کام آتا ہے، اور جو شخص ہٹاتا ہے کسی مسلمان سے پریشانی اللہ تعالیٰ ہٹادیگا اس سے قیامت کی تنگیوں میں سے تنگی کو اور جو شخص ستر پوشی کرتا ہے کسی مسلمان کی اللہ تعالیٰ ستر پوشی کرے گا اس کی قیامت کے دن۔(الصحیح البخاری، کتاب ابواب المظالم والقصاص باب الایظم المسلم المسلم ولایسلمه)

حدیث شریف میں سماجی خدمت کی اہمیت ووقعت پر روشنی ڈالی ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے بھائی کی مدد ونصرت کا بار اٹھائے گا تو رب کائنات بھی اس کی

نصرت کریں گے، اسی طرح دوسرے جز میں بتایا ہے کہ تم دنیا میں کسی کے عیوب پر پردہ ڈالو گے تو خدا بھی تمہارے عیوب کل قیامت کے دن چھپائیں گے۔ پتہ یہ چلا اگر تم انسان اور سماجی خدمت میں حصہ لو گے تو خدا بھی تمہاری ضرورت وحاجت پوری کریں گے اور یہی ایک مومن کی شان ہے کہ سماجی خدمت کو انجام دے اسی وقت کوئی روحانیت کا علمبر دار ہو سکتا ہے۔

حقوق العباد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسانوں سے پوچھے گا اور اسطرح جواب طلب کرے گا، اے اولاد آدم میں بیمار تھا مگر تو نے میری عیادت نہیں کی، بندہ کہے گا میں کس طرح تیری عیادت کرتا جب کہ تو رب العالمین ہے، اللہ کہے گا تجھے معلوم تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے مگر تو نے اسکی عیادت نہیں کی، اگر تو اسکی عیادت کرتا تو مجھے اسکے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، بندہ کہے گا اے پروردگار میں تجھے کھانا کس طرح کھلاتا جب کہ تو رب العالمین ہے، اللہ کہے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے کھانا نہیں کھلایا، اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو یہ کھانا میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے پانی نہیں پلایا، بندہ کہے گا اے پروردگار میں پانی کس طرح پلاتا جب کہ تو رب العالمین ہے، اللہ کہے گا میرے فلاں بندے نے پانی مانگا مگر تو نے اسے پانی نہیں پلایا اگر تو اسے پانی پلاتا تو اسے میرے پاس پاتا۔ (الصحیح المسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب فضل عیادۃ المریض)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سماج کی مصیبت اور ضرورت کو نظر انداز کر کے کوئی شخص اللہ کی رضا حاصل نہیں کر سکتا ہے اور اسکو جدا کر کے مذہب کی نمائندگی نہیں کی جا سکتی ہے۔

پڑوسیوں کے حقوق

آدمی اللہ کا محبوب اور پسندیدہ بندہ بننا چاہتا ہو تو اس کیلئے ضروری ہے سماجی خدمات انجام دے، صرف اپنی ہی فکر نہ رہے بلکہ پوری قوم کی فکر ہونی چاہیے۔ پڑوسیوں کے حقوق آخر اسی لے تو بیان کئے گئے ہیں پڑوسی خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ بہرحال شریعت نے اسکے حقوق بیان فرمائے ہیں اس کی دل آزاری کرنے سے منع کیا گیا حتی کہ اگر گھر کے اندر کوئی اچھی چیز پکار ہے ہو اور تمہارا پڑوسی اسکی استطاعت نہیں رکھتا تو اس کا خیال رکھو اور اسکے گھر بھی تھوڑا بھیج د۔ و پڑوسیوں کے حقوق اتنی کثرت سے جبرئیل امین بیان فرماتے رہے کہ نبی کریم ﷺ کو محسوس ہونے لگا کہ پڑوسیوں کو وارث بنا دیا جائیگا۔ الغرض پڑوسیوں، غریبوں، یتیموں، محتاجوں، بیواؤں کے تعلق سے شریعت نے جو حقوق بیان کئے ہیں ان سب کی ادائیگی انسانی ہمدردی و خیر خواہی کے قبیل کی چیز ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ کتنا بڑا ہے خلیفہ وقت ہیں زبان نبوت نے جنتی ہونے کی بشارت و خوشخبری سنا دی مگر تواضع وانکساری، ہمدردی و خیر خواہی کا ایسا جذبہ کہ ایک بڑھیا عورت کے گھر جا کر اسکے لئے پانی بھرتے ہیں اور گھریلو دیگر کام کرتے ہیں۔ ہم کو بھی اپنے انسانی ہمدردی پیدا کرنے اور خدامت خلق کی ضرورت ہے، اللہ ہم سب کو سماجی و معاشرتی خدامات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

قناعت کرنے والا کسی کا محتاج نہیں رہتا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یُؤْثِرُوْنَ النَّاسَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْکَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

صدر جلسہ، قابل صد احترام معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! قناعت بہت بڑی دولت ہے جب کسی کو قناعت کی نعمت حاصل ہو جائے تو محتاج نہیں ہوسکتا ہے، ہر مسلمان کا تقدیر پر ایمان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اچھا یا برا ہوتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے کسی کا مالدار ہونا کسی کا فقیر ہونا عہد ومنصب کا مل جانا یا در در کے ٹھوکریں کھانا یہ سب اللہ کی طرف سے ہے، آدمی محض اپنے اختیار سے دولت مند نہیں ہوسکتا محض اپنے اختیار سے عہدے ومناصب حاصل نہیں کرسکتا ہے ہاں آدمی کے کسب ومحنت کا دخل ضرور ہوتا ہے کیونکہ یہ دنیا دارالاسباب ہے لیکن اصل کرنیوالی ذات اللہ رب العزت کی ہے وہی جسکو چاہتا ہے غنی کرتا ہے جسکو چاہتا ہے محتاج کرتا ہے۔

ا۔قناعت کرنے والا شخص سب سے زیادہ غنی ہوتا ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق غنی وہ نہیں ہوتا جس کے پاس زیادہ مال و دولت ہو، بلکہ غنی وہ ہے جو دل کا غنی ہو، وہ غیر اللہ سے حاجت روائی کی امید نہیں رکھتا، لوگوں سے اور ان کے مال سے مستغنی ہوتا ہے، یہ حقیقی غنی ہوتا ہے، پس قناعت کرنے والا شخص سب سے بڑا غنی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو ان میں سے سب سے زیادہ میرا ذکر کرتا ہے، آپ نے پوچھا تیرے بندوں میں سب سے زیادہ غنی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے عطا کردہ مال پر ان میں سے سب سے زیادہ قناعت کرنے والا۔ آپ نے پوچھا: ان میں سے سب سے زیادہ عادل کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: جس نے اپنے نفس کو (بری خواہشات سے) بچالیا۔

۲۔قناعت پسند آدمی مال و دولت والوں، جاہ وحشمت والوں اور بادشاہوں کے سامنے ذلیل بن کر کھڑا ہونے سے مستغنی ہوتا ہے۔ یہ ہے وہ عزتِ نفس جو قناعت کرنے والوں کو قناعت کے نتیجے میں ملتی ہے۔ بنی امیہ کے ایک حاکم نے ایک عابد وزاہد انسان ابی حاتم کو خط لکھا کہ وہ اپنی ضروریات کے بارے میں اسے آگاہ کریں۔ ابی حاتم نے اسکے خط کا جواب یوں دیا: حمد وثنا کے بعد، آپ کا خط ملا، جس میں آپ نے میری ضرویات جاننے اور انہیں پورا کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے، یہ بہت بعید ہے، میں نے اپنی ضروریات اپنے پیارے رب کے سامنے پیش کردی ہیں، ان میں سے جو اس نے مجھے عطا کردیں میں نے انہیں قبول کرلیا، اور جو نہیں عطا کیں ان سے میں نے قناعت کرلی' یہ ہے صالحین کا عمل۔

۳۔ انسان کو آزادی نصیب ہوتی ہے۔ آدمی جب قناعت کرتا ہے تو اسے آزادی ملتی ہے، جب وہ حرص وطمع میں پر جاتا ہے تو غلام بن جاتا ہے۔ درہم ودینار کا غلام، جو چیز بھی اسے اچھی لگے اس کا غلام، جو چیزیں اسے دی گئی ہیں ان کا بھی غلام اور جو نہیں دی گئی ہیں ان کا بھی غلام۔ جب آدمی ان تمام غلامیوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے تو اسے قناعت کی دولت نصیب ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا غلام نہیں رہتا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ قناعت حالات وواقعات پر راضی ہونے، ان کو بہتر بنانے کی کوشش نہ کرنے کا نام ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے ہوتا رہے، انہیں اس سے کوئی غرض نہیں، کیوں کہ انکے خیال میں قناعت اسی کا نام ہے۔ یہ غلط فہمی کی انتہا ہے، درحقیقت قناعت حالات وواقعات پر راضی ہونے کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی عنایات اور اس کی تقدیر پر راضی ہونے کا نام ہے۔ جہاں تک برے حالات وواقعات کا تعلق ہے تو قناعت کا مطلب یہ ہے کہ انہیں بدلنے کی کوشش کی جائے۔ قناعت یہ نہیں ہے کہ آدمی کیلئے حلال رزق کا دروازہ کھولا جائے اور وہ اسے لینے کی بجائے اس خیال سے ہاتھ باندھ کر بیٹھا رہے کہ یہ قناعت ہے۔

مال جمع کرنا مسلمان کے لیے ضروری نہیں ہے، لیکن مال کمانے کی کوشش کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اللہ کے عطا کردہ مال سے فقرا ومساکین کی مدد کرے، اور اللہ کے دین کی دعوت عام کرنے اور اسے سربلند کرنے کیلئے اسے خرچ کرے۔

مالداری قناعت کے خلاف نہیں

اگر قناعت کا یہ مطلب ہوتا کہ مال نہ جمع کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے، زکوۃ ادا کرنے، صدقہ دینے، حج کرنے کا جو حکم دیا ہے وہ کیسے انجام دیا جاسکتا ہے، مال کمائیں گے نہیں تو ضرورت مندوں کی ضرورتیں کیسے پوری کریں

گے، بیوی بچوں کی کفالت کیسے کرسکیں گے۔مال کا جمع کرنا کوئی برا نہیں بلکہ اللہ کے ارشادات کے مطابق خرچ کرنا عین صواب ہے۔انسان دنیا کے اندر آیا ہے تو اسکو دنیا کی ضرورتیں لگی ہوئی ہیں اسکی تکمیل کیلئے روپیوں پیسوں کی اشد ضرورت ہے۔ صحابہ کرام میں بعض تو بہت مالدار تھے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے خلیفہ اور دوہرے داماد ہیں جب ام کلثوم جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی کا انتقال ہوگیا تو فرمایا کہ اگر میرے پاس سو بیٹیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگر عثمان کی زوجیت میں دیدیتا یہ مقام ہے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اور یہ وہ ہستی ہے جس کو دنیا ہی کے اندر زمان رسالت نے جنتی ہونے کی بشارت وخوشخبری سنادی، ان کے پاس بے حساب مال تھا سینکڑوں غلام اور باندیاں ہزاروں اونٹ اور گھوڑے دراہم و دنانیر غرضیکہ اس زمانے کے حساب سے بہت سی دولتیں اور نعمتیں ان کو میسر تھیں۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ہیں جنکا شمار مالدار صحابہ میں ہوتا ہے۔اسی طرح اور کئی ایک صحابہ کو اللہ تعالی دولت کا انبار دیا تھا۔تو مال کا ہونا کوئی برا نہیں بلکہ بہت اچھی چیز ہے اگر اس کا استعمال اللہ کی مرضی کے موافق ہو اور یہ قناعت کے خلاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔اور قناعت کی عظیم نعمت ہمیں نصیب فرمائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

علم کی فضیلت اور قسمیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

قابل صد احترام معلمات، مشفق ومہربان ماؤں اور بہنو! حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ علم حاصل کرو گہوارے سے قبر تک۔ علم حاصل کرنے کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں، بوڑھے بھی سیکھیں، جوان بھی سیکھیں، مرد بھی سیکھیں، عورتیں بھی سیکھیں، بچے بھی سیکھیں ۔صحابۂ کرام میں اکثر تو بڑی عمر کے تھے۔ ارشاد فرمایا حضور اکرم ﷺ نے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ دین کی ضروری اور بنیادی باتوں کا علم ہر ایک مسلمان کو ہونا چاہیے با قاعدہ طور پر عالم بننا تو ہر ایک کے لئے ضروری نہیں علاقہ اور بستی کے چند لوگوں کا عالم بن جانا کافی ہے۔ مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ جو بندہ علم کی

طلب و تحصیل میں گھر سے نکلا وہ اس وقت تک اللہ کے راستے میں ہے جب تک واپس آئے۔ تحصیل عم کی بڑی فضیلتیں حدیث میں وارد ہوئی ہیں ایک اور حدیث میں ہے کہ جو علم حاصل کرنے کیلئے کسی راستہ پر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلائیگا اور فرشتے طالبان علم کیلئے اظہار رضا کے طور پر اپنے باز و جھکا دیتے ہیں۔

متعلم و معلم کیلئے ہر مخلوق دعا کرتی ہے

حدیث شریف میں بھی علم کے فضائل بیان کیے گئے ہیں چنانچہ:

● حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی جہنم سے آزاد، جنتی لوگوں کو دیکھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ علم حاصل کرنے والوں کو دیکھ لے، مجھے پیدا کرنے والے کی قسم جو متعلم بھی کچھ بات سیکھنے کے واسطے عالم کے دروازے کے چکر لگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم کے عوض ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں، اور جنت میں اس کیلئے ایک مکان تعمیر کیا جاتا ہے، جب تک وہ دنیا میں رہتا ہے زمین اس کے واسطے استغفار کرتی ہے، اور فرشتے اس کے جہنم سے بری ہونے کی دعا کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ۱/۴۰۰)

● حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھی باتوں کی تعلیم دینے والا آدمی جب مر جاتا ہے تو فضا میں پرواز کرنے والے پرندے اور زمین پر چلنے والے جانور اور سمندر کی مچھلیاں اس کے واسطے دعاء مغفرت کرتی ہیں۔

(معلم الخیر اذا مات بکی علیہ طیر السماء ودواب الارض وحیتان البحور، کبیر ۱/ ۴۰۱)

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ: جو آدمی کسی عالم (باعمل) کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے تو وہ ثواب کے اعتبار سے ایسا ہے جیسے کسی نے نبی کے

پیچھے نماز ادا کی ہو۔ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ عَالِمٍ مِّنَ الْعُلَمَآءِ فَکَاَنَّمَا صَلّٰی خَلْفَ نَبِیٍّ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ. (تفسیر کبیر ا/۴۰۱)

عالم تین طرح کے ہوتے ہیں (ا) جو اللہ کو جانتا ہو اللہ کے حکم کو نہ جانتا ہو: جیسے وہ بندۂ خدا جس پر معرفت الٰہی کا غلبہ ہو اور وہ اللہ کے انوار اور صفات کبریائی کے مشاہدے میں مستغرق ہو، اس عالم کی علامات یہ ہیں کہ (الف) اللہ کو دل سے یاد رکھتا ہے (ب) ریاکاری سے ڈرتا رہتا ہے (ج) تنہائی میں بھی اللہ سے شرماتا ہے۔

۲۔ وہ عالم ہے جو اللہ کے حکم سے تو واقف ہے مگر اللہ سے واقف نہیں: اور وہ بندۂ خدا ہے جو حلال وحرام کی حقیقت سے تو واقف ہے مگر اللہ کے جلال کے رموز وآثار سے واقف نہ ہو۔ اس قسم کے عالم کی علامات (الف) گناہ کرنے میں ظاہر میں تو لوگوں شرماتا ہے مگر باطن میں اللہ سے نہیں (ب) زبان سے تو خدا کو یاد کرتا ہے دل سے نہیں (ج) مخلوق سے ڈرتا ہے خالق سے نہیں۔

۳۔ وہ عالم ہے جو اللہ اور اس کے احکام دونوں سے واقف ہے یہ عالم معقولات اور عالم محسوسات دونوں کی حد مشترک پر ثابت وقائم ہے، یہ جب مخلوق کیساتھ ہوتا ہے تو شفقت ورحمت کا برتاؤ کرتا ہے، اور ان میں اس طرح گھل مل جاتا ہے جیسے وہ بھی ان ہی جیسا ہے اور جب اللہ کی محبت میں مستغرق ہوتا ہے اور اللہ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے مخلوق کو جانتا ہی نہیں۔ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کا طریقہ ہے۔

علم انبیاء علیہم السلام کی میراث

یہ علم انبیاء علیہم السلام اور خاص کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص میراث ہے، اور اس پوری کائنات کی سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی دولت ہے، اور جو خوش نصیب بندے اس کو

حاصل کریں اور اسکا حق ادا کریں وہ وارثین انبیاء ہیں آسمان کے فرشتوں سے لے کر زمین کی چینوٹیوں اور دریا کی مچھلیوں تک تمام مخلوقات ان سے محبت رکھتی اور ان کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں، یہ چیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی فطرت میں رکھدی ہے اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی اس مقدس میراث کو غلط اغراض کے لئے استعمال کریں وہ بدترین مجرم اور خداوندی غضب وعذاب کے مستحق ہیں، اس لئے علم کو حاصل کرتے وقت اپنے اغراض ومقاصد کو بلند رکھیں دنیا کی حقیر چیزوں کا حصول اس کا مقصد نہ بنائیں دنیا جو مقدر میں ہے وہ تو آ کر رہے۔گی ہمارے اکابر و اسلاف نے حصول علم کو دنیا حاصل کرنیکا کبھی مقصد نہیں بنایا۔ہم کو بھی اپنے اکابر واسلاف کے نقش قدم پر چلنا چاہیے اور خلوص کے ساتھ علم حاصل کرنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ ہم کو علم ودین سے نوازے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

والدین کی خدمت نجات کا ذریعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

قابل صد احترام معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! والدین ہی انسان کی ولادت کا اہم اور سبب ظاہری ہیں سبب حقیقی تو ہر چیز میں اللہ رب العزت ہی ہیں چونکہ والدین سبب ظاہری ہیں اور اولاد کے لئے والدین کو بڑی قربانیاں پیش کرنی پڑتی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیشتر مقامات پر جہاں اپنی عبادت کا حکم اور غیروں کی شرکت سے منع فرمایا وہیں اولاد کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بھی تاکیدی حکم دیا۔

احادیث نبوی میں بھی جابجا والدین کی خدمت واطاعت کو بہت ضروری قرار دیا گیا ہے اور والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے والے کو بڑی خوشخبریاں دی گئی ہیں اور ایسے شخص کو دنیا ہی میں اس کا پھل ملنا شروع ہوجاتا ہے اور آخرت

میں جو کچھ ہے وہ تو ہے ہی۔ والدین کے بڑے حقوق بیان کئے گئے ہیں اور کوئی کتنا ہی خدمت کیوں نہ کرلے والدین کے جو حقوق ہیں اس کو ہرگز پوری طرح ادا نہیں کرسکتا ہے اور کیونکر نہ ہوں جبکہ اولاد کیلئے والدین بالخصوص ماں طرح طرح کی مشکلات اور پریشانیاں برداشت کرتی ہے وہ چاہتی ہے کہ اولاد کو کوئی تکلیف نہ پہونچے، خود تو سردی، گرمی برداشت کرتی بھوک و پیاس ہر چیز کرلیتی ہے مگر اس کو یہ گوارا نہیں ہوتا کہ میرے بچوں کو کسی طرح کی تکلیف اور رنج وغم اور نصیب ہو۔

والدین کی خدمت فرض ہے

انسان کیلئے دنیا میں سب سے عظیم نعمت والدین ہیں لہٰذا ان کی اطاعت و فرمانبرداری مخلوق میں سب سے افضل ہے، ان کو ہر طرح سے راضی رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے، چنانچہ ارشاد ہے: اور حکم کرچکا تیرا رب کہ نہ پوجو اس کے سوا، اور والدین کیساتھ بھلائی کرو اور اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک ان میں سے یا دونوں تو نہ کہہ ان کو اف اور نہ جھڑک ان کو اور کر ان سے اچھی بات۔ (بنی اسرائیل:۲۳)

شیخ الہندؒ نے لکھا ہے کہ والدین کیساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرے، مرنے کے بعد ان کا جنازہ پڑھے، ان کے لیے دعائے استغفار کرے، ان کے عہد تا مقدور پورے کرے، ان کے دوستوں کے ساتھ تعظیم و حسن سلوک سے اور ان کے اقارب کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آئے۔ (ترجمہ شیخ الہند تفسیر سورۂ بنی اسرائیل) ایک حدیث میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کی راضی والد کی راضی میں ہے، اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔ (سنن ترمذی، کتاب الاشربہ باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین) یعنی جب تک والدین کو خدمت کر کے راضی نہ کیا

جائے گا اس وقت تک اللہ کی خوشنودی حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ پتہ یہ چلا سماجی خدمت کے کسی بھی گوشے سے احتیاط برتنا رب کریم کی ناراضی کا باعث ہے، رہا والدین کا مسئلہ ان کی خدمت کو ہر شخص باعث فخر اور ذریعۂ نجات سمجھے۔

والدین کی نافرمانی دارین میں تباہی کا سبب

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا اور اگر والدین اس بات پر مجبور کرتے ہیں کہ تم اس چیز کو میرے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ جس کے بارے میں تم کو کوئی علم نہیں ہے تو ان کی بات نہ مانو اور دنیا میں انکے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، مطلب یہ ہے کہ کافر ومشرک والدین کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ ہی کیا جائے گا حتی کہ اگر وہ غریب وتنگدست ہیں تو ان کا خرچہ بھی مومن اولاد ہی کے ذمہ ہے، علاج ومعالجہ سب بچوں کے اوپر فرض ہے، اتنا ضرور ہے کہ ناحق چیزوں میں والدین کی اطاعت نہیں کی جائیگی، ایک صحابی نے آپ ﷺ سے سوال کیا۔ مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلٰى وَلَدِهِمَا والدین کے اولاد پر کیا حقوق ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ وہی تمہاری جنت ہیں اور وہی تمہارا جہنم ہیں۔ اگر ان کی خدمت ان کی اطاعت وفرمانبرداری کروگے ان کے حقوق بجالاوگے تو والدین ہی تمہارے لئے نجات اور کامیابی کا ذریعہ بنیں گے اور اگر والدین کی نافرمانی کروگے، ان کے حقوق کا خیال نہیں کروگے، تو ان کے دل سے بددعا نکلے گی۔ اور تمہاری دنیا وآخرت تباہ ہو جائیگی ایک صاحب خدمت نبوی میں تشریف لاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ میرا ارادہ جہاد میں شرکت کرنے کا ہے آپ سے مشورہ کرنے کیلئے آیا ہوں تو آپ

ﷺ دریافت کیا کہ تمہاری ماں حیات ہیں تو انہوں نے عرض کیا حیات ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس رہو ان کی خدمت کرو ان کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ایک صحابی ہیں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ ان کی جانکنی کا وقت تھا اور روح پرواز نہیں ہورہی تھی۔صحابہ کرام نے خدمت نبوی میں عرض کیا نبی کریم ﷺ تشریف لائے اوران کی ماں کو طلب کیا پھران سے فرمایا کیا تم علقمہ سے ناراض ہو تو کہنے لگیں ہاں یہ اپنی بیوی کی باتوں میں آ کر میرا خیال نہیں کرتا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں معاف کردو،انہوں نے کہا کہ میں اس کو نہیں معاف کرتی ،تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ لکڑیاں جمع کردیں علقمہ کو اس میں جلادوں،تو علقمہ کی ماں نے کہا کیا میرے سامنے میرے بیٹے کو جلائیں گے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ اس سے بھی سخت ہے،اگر اس کو معاف نہیں کروگی تو اسے جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا،یہ سن کر علقمہ رضی اللہ عنہ کی ماں نے معاف کردیا۔پھران کی روح پرواز کی۔یہ ہے والدین کا مقام ومرتبہ ان کی اطاعت دخول جنت،اوران کی نافرمانی دخول نار کا ذریعہ ہے۔اسلئے ہر وقت والدین کے اشاروں پر چلنا چاہیے کبھی بھی ان کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے ان کو خوش کر کے ان کی دعائیں لیتے رہنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کا فرمانبردار بنائے اوران کی نافرمانی سے ہم سب کو بچائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

مرد کی طرح عورت بھی لائقِ احترام ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِکُمْ وَلَاتُضَآرُّوْھُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْھِنَّ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! قرآن کریم اور احادیث نے مرد و عروت کیلئے کچھ حقوق بیان کئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ اور عورتوں کیلئے اسی کے مثل حقوق ہیں جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اصول کے مطابق، اور مردوں کیلئے عورتوں پر ایک درجہ زیادہ ہے، یہ مذہب اسلام ہے جس نے مرد و عورت دونوں کیلئے حقوق رواء رکھے اور انکی ادائیگی کیلئے مردوں کو تاکید کی۔

عورت بھی مرد ہی کی طرح لائق احترام اور مکرم ہے۔

● سابقہ ادیان نے عورت کو ملعون و مقہور قرار دے رکھا تھا، اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ یہ مذاہب آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کا ذمہ دار عورت یعنی حوا کو

قرار دیتے تھے، اسلام نے اس لعنت کا خاتمہ کیا اور دونوں (آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام) کو جنت سے نکلنے کا ذمہ دار قرار دیا۔ ترجمہ: تو شیطان نے ان دونوں کو اس سے گمراہ کر دیا اور ان کو اس جگہ سے نکلوا دیا جس میں وہ تھے۔ (البقرہ:۳۶) ان کی توبہ سے متعلق ارشاد فرمایا: ترجمہ ''اے ہمارے رب! ہم (دونوں) نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (الاعراف:۲۳) بلکہ بعض مقامات پر تو اس گناہ کی نسبت صرف آدم علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے۔ اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ راہِ راست سے ہٹ گیا۔ (الاحزاب:۳۵)

● نیکی اور تقویٰ کی روش اختیار کرنے پر وہ مرد ہی کی طرح اجر وثواب کی مستحق ہے اور نیتیجتاً جنت میں داخلے کی، اسکے برعکس معصیت کے ارتکاب پر دوزخ اور عذاب کی۔ ارشاد ربانی ہے: جس نے بھی نیک کام کیے چاہے وہ مرد ہو یا عورت تو ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی عطا کرینگے اور اسکے عمل کا بہترین بدلہ دیں گے۔ (النحل:۹۷)

● بچی کی پیدائش پر رنج وافسوس کا اظہار عرب معاشرے میں عام تھا اور صرف عرب معاشرہ ہی کیا آج بھی مختلف اقوام میں لڑکی کی پیدائش کو باعث عار سمجھا جاتا ہے۔ چاہے وہ ہندوستانی معاشرہ ہو یا آزاد خیال مغربی معاشرہ۔ بچیاں آج بھی باعث ننگ وعار سمجھی جاتی ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ اہل عرب اس کو زندہ درگور کر دیتے تھے، اور آج اس کو پیدائش سے قبل ہی ختم کر دیا جاتا ہے یا اگر غلطی سے پیدا ہو بھی جائے تو اسے گلا گھونٹ کر مار دینے، چلتی پھرتی ٹرین سے پھینک دینے اور اس طرح کے ہزاروں انسانیت کو شرم سار کر دینے والے واقعات آئے دن اخبارات اور دوسرے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سامنے آتے رہتے ہیں، قرآن نے بچی کو زندہ درگور کرنا حرام قرار دیا اور جا بجا اس شنیع عمل کی مذمت کی۔

ارشاد ربانی ہے اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا۔ (التکویر:۹) بغیر علم یقیناً بڑے نقصان میں ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو بغیر علم کے محض بیوقوفی کی بنیاد پر قتل کیا۔ (الانعام:۱۴۹)

● مرد کی طرح عورت کو بھی علم حاصل کرنے پر ابھارا۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ علم حاصل کرنا مسلمان پر فرض ہے (رواہ بیہقی) یہ حدیث ''مسلمۃ'' کے لفظ کی زیادتی کیساتھ معاشرے میں رو پا گئی ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ مسلم، سے مراد مرد اور عورت دونوں ہی ہیں۔

● شوہر اور بیوی کے حقوق مقرر کئے اور اس طرح خاندانی ڈھانچہ کو مضبوط کیا۔ ارشاد ربانی ہے ''اور ان کے بھی مردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے ان پر اور مردوں کو ان پر ایک درجہ فوقیت حاصل ہے''۔ (البقرہ:۲۲۸)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت مرد کے مقابلے میں حقیر یا کمتر ہے، بلکہ خاندان کی سرپرستی اور قومیت فطرت انسانی اور کائنات تقاضوں کے عین مطابق ہے جس طرح گاؤں میں سرپنچ ہوتا ہے، ایک گاؤں میں دو سرپنچ نہیں ہو سکتے اسی طرح مرد و عورت اور گھر کے دیگر افراد ہیں ان لوگوں کی نگرانی اور دیکھ ریکھ کے لئے مرد کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا قوام اور حاکم ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ عورتوں پر صرف حکم ہی چلاتا پھرے بلکہ عورت کی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھے اور عورت کے ساتھ ایک دوستانہ زندگی گذارے اور عورت کو کبھی بھی خادم تصور نہ کرے اور عورت بھی شوہر کی عزت و احترام کرے اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے۔

عورتوں کے بھی حقوق ہیں

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگو! اپنی بیویوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ اپنے عقد میں لیا ہے

اور اسی اللہ کے کلمہ اور حکم سے وہ تمہارے لئے حلال ہوئی ہیں، تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ جس کا گھر میں آنا اور تمہارے بستروں پر بیٹھنا تمہیں ناپسند ہو وہ اس کو آ کر وہاں بیٹھنے کا موقع نہ دیں اگر وہ ایسی غلطی کریں تو ان کو تنبیہ وتادیب کے طور پر تم سزا دے سکتے ہو جو زیادہ سخت نہ ہو، اور تمہارے ذمہ مناسب طریقے پر ان کے کھانے کپڑے کا بندوبست کرنا ہے۔ عالم نسوانیت پر جتنا احسان پیغمبر اسلام ﷺ نے کیا اتنا کسی اور نے نہیں کیا مردوں کو بڑی تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا کہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرو۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ قرآن کریم نے صاف بیان کیا۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۔اے ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ۔ زمانہ جاہلیت میں بہت سی غلط رسمیں رائج تھیں اسلام نے ان سب کا ازالہ فرمادیا عورتوں کو میراث میں سے حصہ دیا ان کو اپنی مرضی کا نکاح کرنے کا اختیار دیا حتی کہ اگر نکاح کے بعد زوجین میں ناچاقی چل رہی ہے اور صلح وصفائی کی کوئی شکل نہیں بن پا رہی ہے تو عورت کو خلع کرانیکا بھی اختیار حاصل ہے مرد کیلئے مہر کی ادائیگی کو لازم اور ضروری قرار دیا غرضیکہ اسلام نے عورتوں کو اتنے حقوق دیئے کہ زمانہ جاہلیت کی خواتین اتنا تصور بھی نہیں کرسکتی تھیں اب مردوں کے ذمہ لازم اور ضروری ہے کہ ان حقوق کو اسلامی اصول وضوابط کے مطابق بجالائیں۔

اللہ تعالیٰ مسلم معاشرے کو ہر طرح کی برائیوں سے بچا کر اسلامی طرز پر زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

صلہ رحمی کی برکتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَاِذْاَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْ اِسْرَآئِلَ لَاتَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! بلا کسی تمہید کے یہ بات عرض کررہی ہوں کہ احادیث میں نبی کریم ﷺ نے صلح رحمی کی بڑی فضیلتیں ارشاد فرمائی ہیں آپ کے سامنے صلہ رحمی کرنے سے متعلق چند احادیث پیش کرنا چاہتی ہوں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحیح صحیح کہنے اور ہم سب کو اس کہی ہوئی بات پر عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ہمارے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ ● صلہ رحمی سے محبت بڑھتی ہے۔ ● مال بڑھتا ہے۔ ● عمر بڑھتی ہے۔ ● رزق میں کشائش ہوتی ہے۔ ● آدمی بری موت نہیں مرتا۔ ● اس کے مصیبتیں اور آفتیں ٹلتی رہتی ہیں۔ ● ملک کی آبادی

اور سرسبزی بڑھتی ہے۔ ● گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ ● نیکیاں قبول کی جاتی ہیں۔ ● جنت میں جانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔ ● صلہ رحمی کرنے والے سے خدا اپنا رشتہ جوڑتا ہے۔ ● جس قوم میں صلہ رحمی کرنے والے ہوتے ہیں، اس قوم پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

● تم اپنے نسبوں کو سیکھو تا کہ اپنے رشتہ داروں کو پہچان کر ان سے صلہ رحمی کرسکو۔ فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے سے محبت بڑھتی ہے، مال بڑھتا ہے اور موت کا وقت پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ (ترمذی)

● جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشائش ہو اور اس کی عمر بڑھ جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے سلہ رحمی کرے۔ (بخاری ومسلم)

● جو چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھے اور اس کے رزق میں کشائش ہو اور وہ بری موت نہ مرے تو اس کو لازم ہے کہ وہ خدا سے ڈرتا رہے اور اپنے رشتے ناطے والوں سے حسن سلوک کرتا رہے۔ (ترغیب وترہیب)

● جو شخص صدقہ دیتا رہتا ہے اور اپنے رشتے ناطے والوں سے حسن سلوک کرتا رہتا ہے، اس کی عمر کو خدا دراز کرتا ہے اور اس کو بری طرح مرنے سے بچاتا ہے اور اس کی مصیبتوں اور آفتوں کو دور کرتا رہتا ہے۔ (ترغیب وترہیب)

● رحم خدا کی رحمت کی ایک شاخ ہے، اس سے خدا نے فرمادیا ہے کہ جو تجھ سے رشتہ جوڑے گا اس سے میں بھی رشتہ ملاؤں گا اور جو تیرے رشتہ کو توڑ دیگا میں بھی توڑ دوں گا۔ (بخاری)

● فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتہ ناطوں کو توڑتا ہو۔ (شعب الایمان بیہقی)

● بغاوت اور قطع رحم سے بڑھ کر کوئی گناہ اس کا مستوجب نہیں کہ اس کی سزا دنیا ہی میں فوراً دی جائے اور آخرت میں بھی اس پر عذاب ہو۔ (ترمذی وابوداؤد)

● فرمایا کہ جنت میں وہ شخص گھسنے نہ پائے گا جو اپنے رشتے ناطوں کو توڑتا ہو۔ (بخاری ومسلم) ● ہمارے حضرت محمد ﷺ کہیں تشریف لیے جاتے تھے راستہ میں ایک اعرابی نے آکر آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑلی ﷺ کہا کہ یارسول اللہ! مجھ کو ایسی بات بتائیے جس سے جنت ملے اور دوزخ سے نجات ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو ایک خدا کی عبادت کر، اور اسکے ساتھ شریک مت کر، نماز پڑھ، زکوۃ دے، اور اور اپنے رشتے ناطے والوں سے حسن سلوک کرتا رہ، جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اگر میرے حکم کی تعمیل کرے گا تو اس کو جنت ملے گی۔ (بخاری ومسلم)

● حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم سے ملک کو آباد فرماتا ہے اور اس کو دلوت مند کرتا ہے اور کبھی دشمنی کی نظر سے ان کو نہیں دیکھتا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس قوم پر اتنی مہربانی کیوں ہوتی ہے؟ فرمایا کہ رشتے ناطے والوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے ان کو یہ مرتبہ ملتا ہے۔ (ترغیب وترہیب)

● فرمایا کہ جو شخص نرم مزاج ہوتا ہے اس کو دنیا وآخرت کی خوبیاں ملتی ہیں، اور اپنے رشتے ناطے والوں سے حسن سلوک کرنے اور پڑوسیوں سے میل جول رکھنے اور عام طور پر لوگوں سے خوش خلقی برتنے سے ملک سرسبز اور آباد ہوتے ہیں اور ایسا کرنے والوں کی عمریں بڑھتی ہیں۔ (ترغیب وترہیب)

● ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہوگیا ہے، میری توبہ کیوں کر قبول ہوسکتی ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا کہ خالہ؟ اس نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ تو اس کے ساتھ حسن سلوک کر۔ (ترغیب وترہیب)

● ایک بار حضرت محمد ﷺ نے مجمع میں یہ فرمایا کہ جو رشتہ داری کا پاس ولحاظ نہ کرتا ہو، وہ ہمارے پاس نہ بیٹھے، یہ سن کر ایک شخص اس مجمع سے اٹھا، اور اپنی خالہ کے گھر گیا جس سے کچھ بگاڑ تھا، وہاں جا کر اس نے اپنی خالہ سے معذرت کی اور قصور معاف کرایا، پھر آ کر دربار نبوت میں شریک ہوگیا۔ جب وہ واپس آ گیا تو سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ اس قوم پر خدا کی رحمت نہیں نازل ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتہ داروں سے بگاڑ رکھتا ہو۔ (ترغیب وترہیب)

● فرمایا کہ ہر جمعہ کی رات میں تمام آدمیوں کے عمل اور عبادتیں خدا کی درگاہ میں پیش ہوتی ہیں، جو شخص اپنے رشتہ داروں سے بدسلوکی کرتا ہے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ (ترغیب وترہیب)

کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں

ایک طرف یہ احادیث ہیں، دوسری طرف رشتہ داروں کے ساتھ ہمارے تعلقات، معمولی معمولی باتوں پر تعلقات توڑ لیتے ہیں، اور پھر زندگی بھر اسکے جوڑنے کی فکر نہیں ہوتی اور اسی حالت میں دنیا سے چلے جاتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ لَایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔ خصوصا شادیوں کے موقع پر دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی معمولی رنجش کیوجہ سے جو سالوں پہلے ہوئی تھی شادی میں شرکت نہیں کرتے ہیں ایسے ہی بعض دفعہ شادی کا مسئلہ لیکر تعلقات خراب کر لیتے ہیں پہلے سے یہ ذہن میں بٹھا لیتے ہیں کہ میں اپنی لڑکی کی شادی میں فلاں رشتہ دار سے کرونگی اور بعد میں جب لڑکا یا اسکے گھر والے کسی وجہ سے انکار کر دیتے ہیں تو اس کے تعلقات اتنے خراب ہوتے ہیں

کہ دونوں فریق دنیا سے چلے جاتے ہیں مگر بات چیت کی نوبت نہیں آتی اور اس طرح گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اپنے دل کو کشادہ رکھیں اور تحمل و برداشت کی صفت اپنے اندر پیدا کریں اور اگر تعلقات خراب ہو جائیں تو منت و سماجت کر کے پھر سے قائم کرلیں، اور ملامت کرنیوالوں کی ملامت کی پروا ہرگز نہ کریں اسی میں ہمارے لئے خیر و عافیت ہے اور آخرت میں اجر عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صلہ رحمی کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

کیا اعلیٰ تعلیم عورتوں کیلئے ضروری ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. الرَّحِیْمِ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

قابل صد احترام معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! انسان کی ترقی علم کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے، دنیوی علم دنیوی ترقی کا ذریعہ اور سبب بن سکتا ہے اور دینی اخروی ترقی اور دنیا میں عزت وسر بلندی کا ذریعہ ہے۔ موجودہ دور میں اسلامی تعلیم وتربیت اور اسلامی تہذیب وتمدن بہت ہی ضروری ہے۔ دشمنان اسلام نت نئے طریقے سے اسلام پر یلغار کر رہے ہیں، فیشن کے نام پر سنتوں کو پامال کرنیکی کوشش کر رہے ہیں، اسکول وکالج میں مسلم بچوں کے ذہن میں اسلام مخالف نظریات وعقائد بڑی ملمع سازی کے ساتھ داخل کر رہے ہیں، ایسے وقت میں آنے والی نسلوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت از حد ضروری ہے۔ بچے ایک طویل عرصہ تک صرف

ماں کی گود میں تربیت پاتے ہیں۔ اسلئے ماؤں کا تعلیم یافتہ ہونا اور اسلامی نظریات وعقائد کا صحیح علم ہونا ناگزیر ہے۔ ماں کی جیسی تربیت ہوگی بچے اسی طرح تربیت یافتہ ہونگے۔ بچے ماں کے اثرات بہت جلد قبول کرتے ہیں۔ بزرگوں کی سیرتوں سے یہی پتہ چلتا ہے کہ انکی تعلیم وتربیت میں ماں کا خاص رول رہا ہے۔ عورت کی صحیح تربیت ہونے کیوجہ سے پورے خاندان ومعاشرے کی اصلاح ہوسکتی ہے اور ماں کی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے یا اسکے غلط رویہ کی وجہ سے پورے خاندان ومعاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ** علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے یعنی دین کی اہم اور ضروری معلومات ہر ایک مسلمان پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت فرض اور ضروری ہے۔ دور صحابیات میں بہت سی خواتین علوم دینیہ کے اندر عبور رکھتی تھیں، قرآن کریم اور احادیث کی عالمہ تھیں، اور صحابۂ کرام بھی علمی مسائل میں بعض صحابیات سے رجوع کیا کرتے تھے اور بعد کی خواتین میں بھی بڑی بڑی عالمہ، محدثہ، ادبیہ، شاعرہ اور فقیہ پیدا ہوئیں لیکن بہر حال خواتین کو پڑھانے والے عموماً ان کے محرم رشتہ دار ہی ہو اکرتے تھے یا شوہر اپنی بیوی کو پڑھایا کرتے تھے۔ باقاعدہ طور پر دار الاقامہ کا نظم جیسا آج کل ہے ایسی نظیر تو نہیں ملتی لیکن یہ بھی ایک مستحسن قدم ہے۔ قوم کی بچیاں دینی تعلیم حاصل کریں اور معاشرے کے اندر اصلاح ودرستگی کا کام کریں۔

تاریخی خواتین

خواتین کے لئے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ضروری نہیں ہے۔ نہ فرض کفایہ ہے، اس لیے کہ اسلام نے معاشرہ میں جو کام عورت کے سپرد کیا ہے اس کی بجا آوری میں اعلیٰ تعلیم چنداں مفید نہیں: اس لیے مسلمان معاشرہ میں خواتین کی اکثریت

درجۂ ثانوی کے بعد اپنی تعلیم ختم کردیتی تھی، دینی کتب کا مطالعہ البتہ بعد میں بھی جاری رہتا تھا، اس لیے خواتین کی اعلیٰ تعلیم کے مدارس کا عالم اسلام میں کہیں پتہ نہیں چلتا، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اعلیٰ تعلیم کا حاصل کرنا عورتوں کے لیے شجرِ ممنوعہ ہے۔ معاشرہ کے اونچے طبقات کی خواتین اکثر اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی رہی ہیں۔ عربی فارسی کی فاضلہ، علوم وفنون کی ماہرہ ہوتی رہی ہیں۔ مغل حکمراں، دیگر امراء اور نوابین کی مستورات ہمیشہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ ان میں عالمہ، ادیبہ، شاعرہ، علم نجوم کی ماہر، صوفیہ، تصنیف وتالیف سے شغف رکھنے والی خواتین پائی جاتی تھیں۔ طبقۂ متوسط کی خواتین بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی رہی ہیں، مگر بہرکیف ان کی تعداد بہت قلیل ہوتی تھی۔

(۱) علم حدیث: بعض خواتین جو عربی جانتی تھیں وہ حسب روایت سرسید احمد خان اشعۃ اللمعات ترجمہ فارسی مشکوۃ از شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا مطالعہ کرتی تھیں۔ مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوہ بہن کو مشکوۃ شریف پڑھائی تھی۔ محمد بشیر سہسوانی محدث کی لڑکی بھی محدثہ تھی۔

(۲) تصوف: بعض خواتین فوائد الفواد، ملفوظات نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ اور مثنوی مولانا روز پڑھتی تھیں، جہاں آرا بیگم دختر شاہ جہاں بادشاہ نے تو صوفیاء کے حالات میں ''مونس الارواح'' کتاب تالیف کی تھی، جس طرح اس کے بھائی شہزادہ داراشکوہ نے صوفیاء کے حالات میں ''سفینۃ الاولیاء'' اور ''سکینۃ الاولیاء'' تالیف کی تھیں۔ **(۳) فقہ:** مولوی عبد الاحد، مالک مطبع مجتبائی کی لڑکیاں عالمہ اور شاعرہ تھیں۔ شروانی خاندان کی خواتین اکثر عالمہ فاضلہ تھیں۔

(۴) عربی زبان: نواب عماد الملک بلگرامی کی بھتیجی چچا کو عربی زبان میں خط تحریر کرتی تھی۔ وہ انگریزی زبان بھی جانتی تھی، نواب مزمل اللہ خان کی لڑکی

عربی زبان کی شاعرہ تھی (۵)**تاریخ:** بروایت سر سید احمد خان، ایک لڑکی کم از کم ''تزکیہ جہانگیری'' پڑھتی تھی۔

(۶) **منطق:** شرف الملک نواب غوث محمد خاں، وزیر اعظم کرناٹک نے منطق اپنی والدہ سے پڑھی تھی۔

(۷)**خوش نویسی:** کتنی ہی عورتیں خوشنویسی سیکھتی تھیں، مطبع کی ایجاد کے بعد بعض کاپی نویسی سے روزی کماتی تھیں۔ آج بھی کراچی میں انوری بیگم ایک کاتبہ ہے۔(۸) **طب:** حکیم عبدالمجید خان دہلوی کی لڑکیاں طبیبہ تھیں، اور باقاعدہ علاج کرتی تھیں۔

(۹)**فنون حرب:** شاہی خاندان کی خواتین فنونِ حرب کی تعلیم بھی حاصل کرتی تھیں:۔ ہمایوں بادشاہ جب تنہا بلوچستان کے راستے ایران جارہا تھا تو اس کی بہن گلبدن بیگم مسلح اس کے ہمراہ تھی۔ نواب زینت محل بیگم بہادر شاہ ظفر کی جنگِ آزادی میں ایک کمپنی کا کمان دار تھی۔

(۱۰) **دفتری امور کی مہارت:** نواب سکندر جہاں بیگم بھوپال نے فارس کی درسی کتابیں ''دفتر ابوالفضل'' تک پڑھی تھیں۔ فن حساب اور ہندسہ از بر تھا، حد درجہ شکستہ خط بھی آسانی سے پڑھ لیتی تھیں۔ مقاصد کی باریکی ادنیٰ غور و تامل سے معلوم کر لیتی تھیں۔

(۱۱)**ہمہ جہت فاضلہ خاتون:** نواب شاہ جہاں بیگم بھوپال کے سفر کلکتہ کے موقع پر ایک خاتون کی درخواست پیش ہوئی تھی۔ اس نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا تھا: ''وطن میرا اجڑا شہر دہلی ہے۔ فدویہ کو علم فارسی، انگریزی، فنِ شاعری کے علاوہ اور صناعات کے جو اور عورات شہروں کی جانتی ہیں، مہارت تام ہے۔ حافظ محمد امیر پنجہ کش دہلوی سے خوش نویسی حاصل کی اور حضرت

بہادر شاہ سے خطاب ''نادر رقم'' کا بھی عطا ہوا۔ تحریر مقدمات بھی مثل منشیوں کے کر سکتی ہے۔ اور علاج امراض خصوصاً معالجۂ عورات میں مداخلت کلی ہے۔

(۱۲) اردو ادب : مشہور صاحبِ طرز ادیب مولانا محمد حسین آزاد کی لڑکی بڑی فاضلہ اور ادیبہ تھی۔ آزاد لکھتے ہیں کہ میری کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس پر نظر ثانی میری لڑکی نے نہ کی ہو''۔ اس سے اسکی علمی قابلیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

(۱۳) اشاعتِ علم: اشاعتِ علم اور قیام مدارس سے بھی خواتین کو بہت دلچسپی تھی ''مدرسہ ماہم انگہ'' اکبر بادشاہ کی دایہ کی یادگار ہے، بہار میں فاطمہ صغریٰ بیگم نے ایک بہت بڑی جائداد وقف کی جو ''صغریٰ وقف اسٹیٹ'' کہلاتی ہے۔ کلکتہ کی ایک قابل خاتون صولت النساء بیگم نے مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں تیس ہزار روپیوں کی خطیر رقم پیش کی جس سے انہوں نے حرم شریف میں ''مدرسہ صولتیہ'' (۱۸۷۴ء) قائم کیا جو الحمد للہ آج تک قائم ہے۔

مدرسہ نسواں کی افادیت

مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ امۃ اللہ تسنیم جنہوں نے علامہ نووی کی کتاب ریاض الصالحین کا اردو میں بڑا سلیس ترجمہ کیا جو سعودی حکومت شائع کر رہی ہے اور یہ خود بہت بڑی شاعرہ بھی تھیں اور تسنیم انکا تخلص ہے آج مسلمان دنیوی علم حاصل کرنے کیلئے اپنی لڑکیوں کو اسکولوں اور کالجوں میں خطیر رقم خرچ کر کے بھیج رہے ہیں جہاں سینکڑوں قسم کی برائیاں پائی جاتی ہیں اور بسا اوقات بڑے ہی ناگفتہ بہ حالات پیش آجاتے ہیں۔ الحمد للہ لڑکیوں کے جو مدارس ہیں وہاں سخت پابندیاں ہوتی ہیں، حجاب و پردے کا پورا پورا لحاظ کیا جاتا ہے، جہاں جا کر لڑکیوں کی زندگیاں سنورتی ہیں، دین کا علم حاصل کرنے کے بعد جب یہ اپنے

معاشرے میں جائیں گی تو ظاہر سی بات ہے اپنی اولاد کو بھی دین کی تعلیم سے آراستہ کریں گی، خاندان کے لوگوں کی اصلاح و درستگی کا فریضہ بھی انجام دیں گی، اور قوم کی معصوم بچیاں جو اسکول میں جا کر غیروں کے تہذیب تمدن سے متاثر ہو کر آتی ہیں ان کو اسلامی تہذیب وتمدن کا درس دیں گی اور انکے ایمان واسلام کے تحفظ و بقا کا ذریعہ بنیں گی، آج اسکولوں اور کالجوں میں بڑی ملمع سازی کے ساتھ ایمان چھیننے کی کوشش کی جارہی ہے انگریزی تعلیم حاصل کرنیوالی کتنی ایسی لڑکیاں ہیں جن کو کلمہ بھی یاد نہیں انکی فکر کون کرے ذمہ داری گھر والوں کی ہوتی ہے! مگراس ذمہ داری کو نبھانے والی یہی طالبات ہونگی جو مدرسوں میں آکر قرآن واحادیث کی تعلیم حاصل کرتی ہیں اس معنی کرلڑکیوں کیلئے مدارس کا قیام قوم کیلئے بہت سودمند ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

دوزخیوں کا کھانا اور پینا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِىْ مِنْ جُوْعٍ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات، بزرگ ماؤں اور پیاری بہنو! میری تقریر کا موضوع ہے ''دوزخیوں کا کھانا اور پینا'' قرآن وحدیث میں دوزخیوں کے کھانے پینے کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاکہ انسان ان عذاب سے ڈر کر اللہ کی فرمانبرداری کرے اور جہنم سے بچنے کی ہر وقت فکر کرے۔ جہنم کا عذاب یقیناً بڑا ہی سخت ہے اسکو سن کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ہم تو دنیا کی معمولی سی گرمی اور سردی برداشت نہیں کر پاتے اور اسکو دور کرنے کیلئے پنکھے اور کولر وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں اور ٹھنڈک کو دور کرنے کیلئے ہیٹر اور دیگر آلات کا استعمال کرتے ہیں پھر آخرت کی گرمی اور سردی کو کیسے برداشت کرسکیں گے۔ دنیا کے اندر ہم عمدہ سے عمدہ رزق کھاتے ہیں، معمولی اور سادہ کھانا ہم سے

نہیں کھایا جاتا، پھر آخرت میں دوزخیوں کو ملنے والا کھانا ہم کیسے کھاسکتے ہیں، اسلئے ہر ہمیشہ ہم کو عذاب آخرت کی فکر رکھنی چاہیے اور اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔

ضریع یعنی آگ کے کانٹے

تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ لَّا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ''دوزخیوں کو کھولتے ہوئے چشمے کا پانی ملے گا اور سوائے جھاڑ کانٹوں والے کھانے کے ان کے لئے کچھ کھانا نہ ہوگا جو نہ طاقت دے گا نہ بھوک دور کریگا'' صاحب مرقاۃ لکھتے ہیں کہ ضریع حجاز میں ایک کانٹے دار درخت کا نام ہے جس کی خباثت کی وجہ سے جانور بھی پاس نہیں پھٹکتے، اگر جانور اس کو کھالے تو مرجائے، پھر لکھتے ہیں، یہاں ضریع سے آگ کے کانٹے مراد ہیں جو ایلوے سے کڑوے، مردہ سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ گرم ہوں گے اور جن کو بہت زیادہ کھانے کے بعد بھی بھوک دور نہ ہوگی۔

غسلین زخموں کا دھوون

فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ لَا یَاْكُلُهٗ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ (حاقہ) آج اس کا کوئی دوست نہیں اور نہ کچھ کھانے کو ہی ہے سوائے زخموں کے دھوون کے جسے صرف گنہگار کھاتے ہیں۔

زقوم (سینڈھ) اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ. كَالْمُهْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ. (دخان) ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ. (واقعہ) بے شک گنہگار کی غذا پگھلے ہوئے تانبے جیسا

زقوم کا درخت ہے، جو پیٹوں میں گرم پانی کی طرح کھولے گا۔ پھر اے جھٹلانے والے گمراہ لوگو! تم زقوم کے درخت کھاؤ گے اور اس سے اپنے پیٹ بھر لوگے، پھر اوپر سے کھولتا ہوا پانی پیوگے، جیسے پیاسے اونٹ پیتے ہیں، قیامت کے روز اس طرح ان کی مہمانی ہوگی۔ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ (صافات) دراصل وہ (زقوم) ایک درخت ہے جو دوزخ کی جڑ میں سے نکلتا ہے اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپوں کے پھن۔

فائدہ:۔ زقوم کا ترجمہ سینڈھ کیا جاتا ہے جو مشہور کڑوا درخت ہے، لیکن یہ صرف سمجھانے کیلئے ہے کیونکہ وہاں کی ہر چیز کڑواہٹ اور بدبو وغیرہ میں یہاں کی چیزوں سے کہیں زیادہ بتر ہے اور کیا ہی برا منظر ہوگا جب کہ اس درخت سے کھائیں گے اور پھر اوپر سے کھولتا ہوا پانی پئیں گے اور وہ بھی تھوڑا بہت نہیں بلکہ پیاسے اونٹوں کی طرح خوب ہی پئیں گے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الزَّقُّوْمِ وَالْحَمِیْمِ وَسَائِرِ اَنْوَاعِ عَذَابِ الْجَحِیْمِ ۔رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا، اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو وہ یقیناً تمام دنیا والوں کی غذائیں بگاڑ ڈالے (یعنی سب کڑوی ہو جائیں) اب بتاؤ کہ اس کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی زقوم ہوگی۔ (ترمذی وابن حبان وغیرہ)۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ خدا کی قسم اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے دریاؤں میں ڈالدیا جائے تو وہ یقیناً تمام دنیا والوں کی غذائیں کڑوی کردے، تو بتاؤ، اس کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔

غساق

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا وہ اس دوزخ میں کھولتے ہوئے پانی اور غساق کے علاوہ کسی ٹھنڈک اور پینے کی چیز کا مزہ تک نہ

چکھ سکیں گے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں ڈالدیا جائے تو تمام دنیا والے سڑ جائیں۔ (ترمذی، حاکم)

غساق کیا چیز ہے؟ اس کے متعلق اکابر امت کے مختلف اقوال ہیں، صاحب مرقاۃ نے چار قول نقل کئے ہیں:

(۱) دوزخیوں کی پیپ اوران کا دھوون ہے۔ (۲) دوزخیوں کے آنسو مراد ہیں۔ (۳) زمہریر یعنی دوزخ کا ٹھنڈک والا عذاب مراد ہے۔ (۴) غساق سڑی ہوئی اور ٹھنڈی پیپ ہے جو ٹھنڈک کی وجہ سے سڑ کر بدبودار ہو جائے گی۔

دنیا میں عیش وآرام کی زندگی بسر کرنیوالا

یہ تو دوزخیوں کے کھانے پینے کا ذکر ہے، جو قرآن وحدیث میں مذکور ہے، اسکے علاوہ کئی طرح کے عذاب کا صراحت کیساتھ تذکرہ موجود ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے (ان لوگوں میں سے جو اپنے کفر وشرک کی وجہ سے یا فسق فجور کی وجہ سے دوزخ میں جانیوالے ہوں گے) ایک شخص کو بلایا جائیگا جس نے اپنی دنیا کی زندگی نہایت عیش وآرام کے ساتھ گذاری ہوگی اور پھر اسکو دوزخ کی آگ میں اک غوطہ دلایا جائیگا یعنی جس طرح کپڑے کو رنگتے وقت رنگ میں ڈال کر ایک مرتبہ ڈبا کر نکال لیتے ہیں اسی طرح اس شخص کو دوزخ کی آگ میں ڈال کر فوراً نکال لیا جائیگا پھر اس سے کہا جائیگا کہ اے آدم کے فرزند کیا تو نے کبھی خیریت اور اچھی حالت بھی دیکھی ہے اور کیا کبھی عیش وآرام کا کوئی دور تجھ پر گذرا ہے، وہ کہے گا کبھی نہیں قسم خدا کی اے پروردگار، اور ایک شخص اہل جنت میں سے (ان خوش نصیب بندوں میں سے جو اپنی ایمان والی زندگی کی وجہ سے جنت کے مستحق ہونگے) ایسا لایا جائیگا جس کی زندگی دنیا میں

سب سے زیادہ تکلیف میں اور دکھ میں گذری ہوگی اور اسکوایک غوطہ جنت میں دیا جائیگا یعنی جنت کی فضاؤں اور ہواؤں میں پہونچا کر فوراً نکال لیا جائیگا اور اس سے کہا جائیگا کہ آدم کے فرزند کیا کبھی تو نے کوئی دکھ دیکھا ہے، اور کیا تجھ پر کوئی دور شدت اور تکلیف کا گذرا ہے، تو وہ کہے گا نہیں، خدا کی قسم اے میرے پروردگار مجھ پر کبھی کوئی تکلیف نہیں گذری اور میں نے کبھی کسی تکلیف کو نہیں دیکھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت بڑے ہی آرام کی جگہ ہے ایسا راحت و آرام کہ جس کا انسان تصور اور وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا۔ ایسے ہی دوزخ بھی ایسی تکلیف کی جگہ ہے کہ ساری زندگی کا عیش و آرام ایک پل میں بھلا دے گی اسلئے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے جہنم سے پناہ مانگنا چاہئے اور جنت کا سوال کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں داخل فرمائے اور جہنم سے محفوظ رکھے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

اسلام میں انسانی خدمت کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

شرکاءجلسہ، محترمہ معلمات اور عزیزہ طالبات، خواتین اسلام، ماؤں اور بہنو! اسلام میں انسانی خدمت کی بڑی اہمت ہے، بلکہ انسان تو اشرف المخلوقات ہے جانوروں کی دیکھ ریکھ کی بھی اہمیت وفضیلت وارد ہوئی ہے حدیث میں بعض ایسے بھی واقعات ملتے ہیں کہ کتاّ جس کو نجس جانور تصور کیا جاتا ہے ایک فاحشہ عورت نے اسکو پانی پلادیا تو اسکی بخشش ہوگئی اور ایک شخص نے راستہ سے ایک ایسی ٹہنی کاٹ دی جس سے لوگوں کو تکلیف پہونچتی تھی تو اس معمولی سی خدمت کیوجہ سے اسکی بخشش ہوگئی۔

اسلام ایک سچا قانون اور دین رحمت ہے، جس کے پاکیزہ آنچل میں کسی طرح کی برائی کا شائبہ نہیں ہے، دین اسلام کی جملہ تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ بے کسوں، مجبوروں، اور ناداروں کی دیکھ ریکھ اور نگرانی کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی کے تمام مسائل ومشکلات کا بہترین حل اور مناسب علاج پیش کیا ہے، چونکہ اسلام کا مزاج ہے انسانی اور سماجی خدمت کا بار اٹھانا، اسلام نے جہاں اپنے ماننے والوں کو مساوات، عدل اور احسان کے زیور سے مزین کیا ہے، وہیں اغیاروں اعداء کو بھی ان زریں اور تابندہ اصولوں سے مستفیض کیا ہے، ذات پات، رنگ ونسل اور دین و مذہب کا فرق کئے بغیر تمام انسانوں کی صحیح سمت رہنمائی فرمائی ہے، معاشرے کے دبے کچلے اور پسماندہ افراد کی معاونت کے رہنما اصول مرتب کئے ہیں تاکہ ایک مثالی اور صحت مند معاشرہ کا قیام عمل میں آئے جس میں زندگی کی سب سے کامل اور محفوظ و مامون تصویریں جلوہ گر ہوں اور یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم معاشرہ کے فقراء، غرباء اور ناداروں کی کفالت اور دادرس کا بیڑا اٹھائیں گے۔ کیوں کہ اسلام نے زندگی کے کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں رکھا ہے، چاہے وہ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرات اور اخلاقیات ہوں، یعنی ایک طرف وہ مخلوق کا تعلق خالق سے جوڑتا ہے تو دوسری طرف خود انسانوں کے درمیان روابطہ کی راہیں ہموار کرتا ہے، ایک دوسرے کے برادرانہ تعلقات قائم کرنے کی اپیل کرتا ہے۔

اصل نیکی یہ ہے

اگر ہم ظہور اسلام سے قبل حالات کا بچشم تصور مشاہدہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ پوی دنیا بالخصوص سرزمین مکہ تمام طرح کی بدعنوانیوں اور ناہمواریوں کی پرخار جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ طاقتور کمزوروں کا حق دبا رہے تھے، انسانیت اپنے

جائز مطالبات کے لئے چیخ رہی تھی، مگر کوئی خیر خواہی کے لئے تیار نہ تھا وہاں سماجی ادارے تو تھے مگر خود ساختہ اصولوں کے اسیر تھے اور انسانیت نوازی سے کوسوں دور تھے۔ اسلام نے ان برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور سماجی خدمت کا احساس دلایا، ارشاد ہے۔ نیکی یہی نہیں ہے کہ منہ پھیرلو اپنا مشرق کی جانب یا مغرب کی جانب لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے کہ جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور دے مال اس کی محبت پر رشتے داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں اور مانگنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوۃ اور پورا کریں اپنے عہد کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے ہیں سختی میں اور پریشانی میں اور لڑائی کے وقت یہی لوگ ہیں سچے اور یہی لوگ ہیں پرہیز گار۔ (سورۂ بقرہ ۱۷۷)

آیت کریمہ میں یہود کی رسمی عبادت پر تنقید کی گئی ہے کہ دین داری کا معیار یہ نہیں ہے جس پر تم کو ناز ہے، بلکہ نیکی اور بھلائی جو اصل ہدایت اور سبب مغفرت ہو یہ ہے کہ اللہ روز قیامت جملہ انبیاء و ملائکہ اور کتب آسمانی پر دل سے ایمان لانے کے ساتھ اپنے مال کو زکوۃ کے علاوہ عزیز و اقارب، یتیموں، غریبوں، مسافروں، محکوموں، غلاموں اور معاشرے کے دیگر کمزور افراد کو سائلوں اور گردن چھڑانے میں محنت سے کمائی ہوئی اپنی دولت صرف کرے، نماز کو پابندی سے ادا کرتا رہے، تاکہ اسے رشتہ مضبوط ترین رہے، اور زکوۃ بھی ادا کرتا رہے، تاکہ انسانی خدمت کا حق ادا ہوتا رہے، جو لوگ ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہیں وہی لوگ سچے ہیں اعتقادات، ایمان اور دین میں یا اپنے قول و قرار میں، اور تقویٰ کا معیار بھی یہی ہے۔ ایک جگہ اور ارشاد ہے قرابت دار کو اس کا حق اور مسکین کو اس کا حق دو اور فضول خرچی نہ کرو، بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے

رب کا ناشکرا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل:۲۶،۲۷) یہاں اس چیز کو بتایا گیا ہے کہ انسان کے حق میں دوسرے کا بھی حق ہے اور اسراف وتبذیر سے بچنے کی تاکید کی ہے، کیوں کہ جو شخص اسراف وتبذیر کی لعنت کا شکار ہوگا وہ دوسروں کے حق نہیں پہچانے گا۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے: تم دیکھتے نہیں کہ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، یقیناً اس میں نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو یقین رکھتے ہیں (جب یہ حقیقت ہے کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے) تو تم قرابت دار کو اس کا حق اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں، اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔ (سورہ روم ۳۷) سورۂ بنی اسرئیل اور سورۂ روم دونوں ہی مکی سورتیں ہیں، مکہ میں زکوۃ فرض نہیں ہوئی تھی لیکن ان آیات میں قرابت داروں مسکینوں اور مسافروں کا حق بیان ہوا ہے۔ (تحقیقات اسلامی شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۶ء، ص: ۷)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سورۂ روم کی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں، اس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کے ساتھ حسن سلوک کرنا واجب ہے، جس شخص کے پاس مال ہو چاہے اس پر زکوۃ واجب ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو چاہے اس پر حولان حول گزرا ہو یا نہ گزرا ہو اسے ان کے ساتھ حسن سلوک بہر حال کرنا ہوگا، اس لیے یہاں زکوۃ کا نہیں عام مخلوق کے ساتھ شفقت کا ذکر ہے، یہ تینوں طبقات وہ ہیں جن کے ساتھ احسان کا رویہ برتنا ضروری ہے، چاہے احسان کرنے والے کے پاس زائد از ضرورت مال ہو یا نہ ہو۔ (امام رازی، تفسیر کبیر، ج:۴، ص ۵۶۴)

ایثار

انسانیت اسی کا نام ہے کہ دوسرے کی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے۔ صحابۂ کرام کے تعلق سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ یُؤْثِرُوْنَ النَّاسَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ

وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

''وہ لوگوں کو اپنے اوپر فوقیت دیتے ہیں اگر چہ ان کو فقر وفاقہ لاحق ہو اور جس کو بچایا گیا تو یہی لوگ کامیاب ہیں''۔ایک طرف اسلامی تعلیمات اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو دیکھیں دوسری طرف ہمارے اعمال واخلاق پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو دونوں میں زمین وآسمان کا فرق نظر آئیگا جو حقوق ہم پر فرض ہیں،اور جن کے ادا نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری سخت پکڑ ہوگی اسی میں ہم سے کوتاہی ہورہی ہے،زکوۃ ہم نہیں دیتے صدقہ ہم نہیں کرتے غریبوں محتاجوں اور کمزورں کی مدد ہم نہیں کرتے،کیا یہی مسلمانی ہے ہر ایک کو اسلام کے ایک ایک حکم پر اس طرح عمل کرنا چاہیے کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا پکا مسلمان بنائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

طلباء کے فضائل اور حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَمَا کَانَ الْمُوْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً فَلَوْ لَانَفَرَمِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَائِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

میری پیاری پیاری معلمات،عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! میں نے جو آیت کریمہ آپ کے سامنے پڑھی ہے، وہ سورہ توبہ کی آیت ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہاں یَتَفَقَّھُوْ فِی الدِّیْنِ فرمایا:مطلب اس کا یہ ہے کہ محض علم دین کا پڑھ لینا کافی نہیں ہے وہ تو بہت سے کافر یہودی اور نصرانی بھی پڑھتے ہیں اور شیطان کو سب سے زیادہ حاصل ہے بلکہ علم دین سے مراد دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے۔اسی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی مکمل طور پر عالم بننا مفتی بننا حافظ بننا ہر ایک کے اوپر فرض نہیں ہے، بلکہ فرض کفایہ ہے جو چند مسلمانوں کے حاصل کر لینے سے ہر ایک کے ذمہ سے گناہ ساقط ہوجاتا ہے۔ چونکہ علم دین حاصل کرنا بہت اہم کام ہے اسلئے اسکے فضائل بھی بہت ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ

وَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ کیا جاننے والے برابر ہوسکتے ہیں یعنی یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے ہیں اہل علم کا مقام ومرتبہ غیر اہل علم سے بہت اونچا وارفع ہوتا ہے۔

حضرت مولانا خالد فیصل ندوی لکھتے ہیں کہ

طالب علم کے فضائل اور حقوق ہی کی طرح کتاب وسنت میں ان کی بہت سی ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں، اخلاص وللّٰہیت ،تقوی وطہارت، محنت ولگن، ثبات واستقامت، علم دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کی سعی وکوشش، کتابوں اور اساتذہ کا احترام واکرام، مدارس ومکاتب کا پاس ولحاظ، ساتھیوں کیساتھ تعاون وہمدردی، حاصل کردہ علم کے مطابق عمل ، اپنوں کے درمیان امرونہی اور انذار وتبشیر، عام لوگوں کو دعوت وتبلیغ اور علم دین کی نشر واشاعت وغیرہ ذمہ داریاں سرفہرست ہیں، ان میں سب سے اہم اور قابل توجہ ذمہ داری یہ ہے کہ ہر طالب علم علوم نبوت (قرآن، حدیث اور فقہ) حاصل کرنے کے دوران اپنی نیت یہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوجائے اور دنیا وآخرت میں وہ کامیاب وکامراں ہوں، کیوں کہ دین اسلام میں صدق اخلاص کی بڑی قدر وقیمت ہے بلکہ ہر کام میں یہی مطلوب ومحمود ہے اور ہر کام کا اجروثواب اسی پر منحصر ہے، چنانچہ مشہور حدیث میں ہے کہ: ''اعمال (کے اجروثواب) کا دارومدار نیتوں پر ہی (موقوف) ہے اور ہر شخص کو اسکی نیت کے مطابق ہی (اجروثواب) ملے گا۔ (بخاری ومسلم)

علم دین کا حاصل کرنا بھی دینی کام ہے، اس سلسلہ میں اچھی نیت رکھنا بڑے اجروثواب کا باعث ہے، لیکن نام ونمود کے لئے علم حاصل کرنا اور اسکی خدمت کرنا بالکل بے فائدہ ہے، بلکہ جہنم کا موجب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن فیصلہ (ریاکار شہید کے فیصلہ کے بعد) سب سے پہلے (نام ونمود والے عالم

وقاری) شخص کے بارے میں ہوگا، اس شخص کے بارے (جہنم میں ڈالنے کا حکم الٰہی ہوگا اور اس کو اس کے منھ کے بل گھسیٹ کر لے جایا جائے گا یہاں تک کہ جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم مختصرا) اسی طرح دنیاوی مقاصد کے لے علم دین حاصل کرنا بہت ہی ناپسندیدہ عمل ہے اور ایسا کرنے والا جہنم کا سزاوار ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جس نے اس مقصد سے علم حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ سے علماء دین سے مقابلہ کرے یا بیوقوفوں سے بحث کرے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں ڈالیں گے۔ (ترمذی وابن ماجہ) نیز دنیاوی مقاصد کے حصول کیلئے علم دین حاصل کرنا جنت سے محرومی کا موجب ہے۔

آپ ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے اس علم کو سیکھا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کی جاتی ہے، مگر اس نے صرف اس مقصد سے (علم دین) سیکھا کہ اس علم کے ذریعہ دنیا کی متاع حاصل کرے تو قیامت کے دن اس کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی۔ (ابوداود)

درحقیقت علم دین کے حصول میں صدق واخلاص بہت ہی مؤثر اور مفید عنصر ہے۔ ہر طالب علم کو اپنی نیت کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور حسن نیت کی توفیق اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہنا چاہئے اور علم دین کے حصول میں یکسوئی اور انہماک سے مشغول رہنا چاہئے۔ انشاء اللہ علم دین کی طلب وحرص حسن نیت پر منتج ہوگی، چنانچہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: ان (طالب علم) لوگوں کا حصول علم دین میں لگنا ان کی نیتوں کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔

طالب علم کی دوسری اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دوران طالب علمی طاقت بھر اپنے حاصل کردہ علم کے مطابق عمل کرے، کیوں کہ کتاب وسنت کے مطابق عمل کرنے سے دنیا وآخرت بنتی اور سنورتی ہے۔ نیز حاصل کردہ علم کے مطابق عمل

کرنے سے دنیا میں خیر و برکت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بڑی قدر و منزلت حاصل ہوگی، ایک حدیث میں ہے کہ: جو شخص قرآن کریم پڑھے، اسے سیکھے اور اس پر عمل کرلے تو اس کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا۔ (مسند حاکم) اس لئے ہر طالب علم کو چاہئے کہ اپنے علم سے فائدہ اٹھائے، اس کے مطابق زندگی گزارے اور بے علمی سے بچے، کیوں کہ علم کے باوجود عمل نہ کرنا دنیا میں تباہی و بربادی کا باعث ہے اور آخرت میں ذلت و رسوائی اور سخت عذاب و مواخذہ کا سبب ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین شخص وہ عالم دین ہے جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ (دارمی)

یک دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے سخت عذاب اس عالم پر ہوگا، جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے فائدہ مند نہیں کیا۔ نیز عمل سے عاری علم صاحب علم کے لئے دنیا و آخرت میں وبال جان ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ علم جو دل میں اتر جائے وہی علم نافع ہے اور دوسرا وہ علم ہے جو صرف زبان پر ہو (یعنی اخلاص و عمل سے خالی ہو) تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے خلاف (اس کے مجرم ہونے کی) دلیل و حجت ہے۔ (ترغیب) اسی طرح قیامت کے دن علم کے مطابق عمل کرنے کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ ایک حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن آدمی کے دونوں پاؤں اس وقت تک (حساب کی جگہ سے) نہیں ہٹ سکتے جب تک اس سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے، اپنی عمر کس کام میں گزاری؟ اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اپنی جسمانی طاقت کس کام میں لگائی؟ (ترمذی)

علم کے مطابق عمل نہ کرنا، طالب علم کی شان کے خلاف ہے، بلکہ علم کے باوجود بے عملی والی زندگی سراسر جہالت و نادانی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے

کہ ''بعض علم رکھنے والے علمی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے اور جسکا علم اسے فائدہ نہ پہنچائے تو اس کی جہالت اسے نقصان پہنچائے گی، قرآن کریم کو تم اس وقت پڑھنے والے (شمار) ہوگے جب تک کہ وہ قرآن تمہیں (گناہوں اور برائیوں سے) روکتا رہے اور اگر وہ تمہیں نہ روکے تو تم اسکو اصل میں پڑھنے والے ہی نہیں ہو۔ (طبرانی مجمع الزوائد)

علم بغیر عمل کے لاحاصل ہے

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کچھ سیکھتے تھے اس کے مطابق عمل بھی کیا کرتے تھے۔ آج ہم علم تو حاصل کرتے ہیں مگر اس کے مطابق عمل بہت کم کرتے ہیں اسی لئے علم کا جو فائدہ ہونا چاہیے اس سے ہم محروم ہیں۔ قرآن صاف فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ اے ایمان والو! کیوں لوگوں کو ایسی باتوں کا حکم کرتے ہو جس کو تم خود نہیں کرتے ہو۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کتنی اچھی بات کہی ہے۔

علم چند انکہ بیشتر خوانی چوں عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانشمند چارپائے برو کتابے چند
آں تہی مغز را چہ علم وخبر کہ برو ہیزم است یادفتر

علم خواہ کتنا زیادہ کیوں نہ حاصل کرو جب تک اس علم پر عمل نہیں کروگے اس وقت تک تم جاہل ہو۔ عالم بے عمل کی مثال تو ایک چوپائے کی سی ہے، جس کے اوپر چند کتابیں رکھدی گئی ہیں، اور اس چوپائے کو کیا پتہ کہ اس پر لکڑیوں کا گٹھر ہے یا کتابوں کا ڈھیر، اس لئے جو کچھ سیکھیں حتی المقدور اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کریں جس طرح مالوں کی زکوۃ ہوتی ہے اسی طرح علم کی زکوۃ یہ ہے کہ جتنا علم حاصل کریں اس میں سے کچھ پر تو ضرور عمل کریں، پھر اسی کی توفیق اور مدد سے بقیہ علوم پر بھی عمل کرنا آسان ہوگا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

اسلام میں حسنِ سلوک کی قدر ومنزلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ لَاتَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

محترمہ صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! قرآن کریم کی کئی آیتوں میں والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ آیتوں میں والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے، آدمی کو ہمیشہ اخلاق درست رکھنے چاہئے اپنوں کے ساتھ بھی اور غیروں کے ساتھ بھی حسن سلوک صرف یہی نہیں ہے کہ دوسروں کو تکلیف نہ پہونچائی جائے بلکہ دوسروں کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرنا بھی حسن اخلاق کا ایک اہم درجہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ لوگوں کے ساتھ کیسے اخلاق سے پیش آتے تھے کہ ہر کوئی یہ سمجھتا تھا کہ حضور علیہ السلام ہم سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں اسلام تو ایسا مذہب ہے کہ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گذر رہے تھے جو بکری کو گرانے کے بعد اس کی گردن پر اپنے پاؤں کا دباؤ رکھے چھرے کو پتھر سے تیز کر رہا تھا جبکہ بکری حواس باختہ اس شخص کے اس عمل کو دیکھ رہی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اس طرح یہ بکری ذبح ہونے سے پہلے نہ مرجائے گی؟ کیا تم اسے دہری موت دینا چاہتے ہو؟ حسن سلوک یا احسان کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت ہمارے لئے مشعل راہ ہے، اوران واقعات کو انجام دینے سے پہلے بار بار سوچنے کا مقام بھی ہے، جس کے نتیجہ میں سینکڑوں بے گناہ انسانی جانوں کو پلک جھپکتے ہی خودکش حملہ آور ہلاک کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں انسانی اعضاء اس کے جسم سے علحدہ ہو کر دور دور جا گرتے ہیں، جبکہ اسلامی معاشرہ میں احسان کی بطور خاص تلقین کی گئی ہے۔

لفظ احسان کو صرف حسن سلوک کے معنوں میں نہ لیا جائے، کسی کی پردہ پوشی کرنا بھی احسان ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ جو دوسروں کے عیبوں کی پردہ پوشی نہ کرے، وہ مومن نہیں ہے، اگر ہم اسلام کے ''تصور احسان'' پر غور کریں تو آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، یہی نہیں، ماں باپ سے بھی حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی مذہب ایسا نہیں جس میں ماں باپ سے اچھے سلوک کی ہدایت نہ کی گئی ہو، یہی وجہ ہے کہ بعض اسلامی ممالک نے تو ضعیف والدین کی بہتر خدمات اوران کی دیکھ بھال کو اس شخص کی نوکری، ترقی اور سالانہ اضافی تنخواہ سے منسلک کر دیا ہے، تاہم اسلام نے بھی واضح طور پر ماں باپ سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ماں

باپ سے حسن سلوک کس طرح کیا جائے یا ان پر احسان کس طرح کا ہو؟ قرآنی احکام اور تعلیمات نبوی ﷺ میں اس کی وضاحت کی گئی ہے اگر ماں باپ تمہیں غصے کی حالت میں سخت وسست کہیں تو بھی ماتھے کی تیوری پر بل نہیں آنا چاہیے۔ اسی طرح ماں باپ کے ساتھ پیار ومحبت بڑھاپے میں ان کے آرام کا ہر طرح خیال رکھنا اوران کی دل جوئی کرنا بھی احسان ہے۔ ویسے بھی آج اگر آپ مخلوق خدا پر احسان کریں گے تو اسکے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان کا وعدہ کرر کھا ہے۔

یہاں ہمیں اس نکتے کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ احسان کا حکم صرف والدین تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ مخلوق خدا تک محیط ہے۔ جس کی وجہ سے ہی احسان کو آداب معاشرت کی ایک شاخ کہا جاسکتا ہے، دوسروں پر احسان کے ذریعہ نہ صرف معاشرتی برائیوں کی بیخ کنی کی جاسکتی ہے بلکہ احسان کے نتیجے میں قائم ہونیوالی اعلی معاشرتی اقدار ہمارے معاشرے کو مضبوط اور مستحکم بناتی ہے۔

جانوروں کا آپس میں سلوک

ویسے بھی انسان کو ایک معاشرتی جانور بھی کہا جاتا ہے۔ ایسا اس لئے بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ہر انسان کا ایک دوسرے انسان پر براہ راست رابطہ اور واسطہ ہوتا ہے جبکہ کہاں چیونٹی اور کہاں فاختہ تھی، جس نے ایک دوسرے کی جانوں کو ختم ہونے سے بچانے کیلئے ایک دوسرے پر احسان کر دیا تھا۔ پہلے فاختہ نے ندی میں درخت سے پتہ توڑ کر چیونٹی کے پاس لا کر رکھ دیا تھا تا کہ وہ پانی میں ڈوبنے سے بچ جائے اور پھر جب فاختہ کی جان کو ایک شکاری سے خطرہ لاحق ہوا تو اسی چیونٹی نے اس کے احسان کا بدلہ دینے کیلئے اس شکاری کے پاؤں میں ایسی شدت سے کاٹا کہ اس کا نشانہ خطا ہو گیا اور فاختہ کی جان بچ گئی۔ لیکن ہم ہیں کہ اشرف المخلوقات ہوتے

ہوئے اس کہانی سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے بلکہ ظالم بھیڑیئے کی طرح احسان فراموشی کرتے رہتے ہیں۔ سارس نے تو احسان کرتے ہوئے بھیڑیئے کے حلق میں پھنسی ہوئی ہڈی کو اپنے لمبی چونچ سے نکال دیا تھا جس کے بعد بھوکے سارس کو شکار کیے ہوئے گوشت میں سے انعام دینے کے بجائے بھیڑیئے نے یہ کہا تھا کہ یہ کوئی کم بات نہیں ہے کہ تو نے اپنی گردن کو صحیح سلامت میرے منہ سے نکال لیا تھا۔

میٹھا بول بھی حسن سلوک ہے

جب ہی تو حسن اخلاق اور احسان کا دوسرا زینہ ایک میٹھے بول کو کہا گیا ہے۔ ایک میٹھا بول بعض اوقات مایوس ودل شکستہ انسان کو ولولہ تازہ عطا کرتا ہے حتیٰ کہ مایوسی کی انتہا پر پہنچا ہوا ایک ایسا شخص جو زندگی سے مایوس ہو کر خودکشی کرنے پر تیار بیٹھا ہو، ایک میٹھے بول اور ہمت افزائی کے نتیجہ میں اپنی زندگی کو از سر نو بہتر انداز سے گذارنے پر کمر بستہ ہو جاتا ہے، اور پھر رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی کیلئے مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔ اس لئے بھی کہ مسکراتا ہوا چہرہ حسن اخلاق کا بہترین مظہر ہوتا ہے۔ تجربہ ہے کہ کسی بھی ادارے میں ٹیم کا سربراہ اگر اپنے ماتحتوں سے حسن سلوک سے پیش آتا ہے اور ان کے دکھ درد اور خوشی میں شریک ہوتا ہے تو ماتحت بھی اس کی ایک آواز پر دوڑا اس کے گھر تک چلا جاتا ہے۔

اسی طرح فوج کا ایک اعلیٰ افسر اگر اپنے ماتحتوں سے پیار ومحبت اور عزت افزائی سے پیش آتا ہے تو اس کے ماتحت فوجیوں میں اپنی جان دے کر بھی اپنے افسر کی زندگی بچانے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، یہی وہ جذبہ ہوتا ہے۔ جو کسی بھی فوج کے سپاہیوں کو جرأت ودلیری اور شجاعت کی نئی داستانیں رقم کرنے کا اہل بناتا ہے۔

امت مسلمہ کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ایک عادل اور حسن سلوک کرنے والے فوجی کمانڈر کے لئے اس کے ماتحت جان دینے پر بھی تیار رہتے ہیں۔اس کے برعکس سخت اکھڑ اور ماتحتوں کو کمتر سمجھنے والے افسران کی موت پر وہ سپاہی ''خس کم جہاں پاک'' جیسی مثال دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ماسوائے حکومتی پروٹول واعزازات کے۔

اگر آپ سفید سبز سرخ یا نیلے پیلے انقلاب کے برعکس وطن عزیز کی معاشرتی یا اقدار میں اصلاح کے خواہش مند ہیں تو آیئے آج عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنے ماں باپ، بہن بھائی، عزیز واقارب، اڑوس پڑوس اور دستوں سمیت معاشرے کے ہر فرد پر احسان کریں، ہم ہر دوسرے شخص سے مسکرا کر اور کم از کم ایک میٹھے بول کے ساتھ مصافحہ کریں گے۔ہم ایک دوسرے کے دکھ سکھ رنج وغم اور خوشیوں کی گھڑیوں میں شامل رہیں گے، تمام تر اختلافات اور ذاتی مفادات کو بھلا کر اور بغیر منافقت اور کھلے دل کے ساتھ رہیں گے۔یقین جانئے اگر ہم یہ عہد کرنے اور اس پر عمل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو ہماری سرزمین رشک چمن اور امن کا گہوارہ بن جائے گی! لیکن شرط ہے صرف خلوص نیت سے دوسروں پر احسان کے جذبے کی تمام تر اختلافات کو بھلا کر!

دشمنوں کیساتھ بھی حسن سلوک

اس میں دورائے نہیں کہ حسن اخلاق اور معمولی احسان سے دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ گھر میں تشریف فرماتھے ایک یہودی آرہا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ اچھا آدمی نہیں اپنی قوم کا فتنہ پرور آدمی ہے اور ایسا ویسا ہے اور جب وہ قریب آیا تو آپ ﷺ کا رویہ اس کیساتھ بہت اچھا اس

سے عمدہ اخلاق سے پیش آئے جب وہ چلا گیا تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ تو اسکے بارے میں ایسا فرما رہے تھے اور جب قریب آیا تو اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا برا بدترین ہے وہ شخص جس سے لوگ اس کے اخلاق کیوجہ سے دور ہوتے ہیں۔اس سے یہ پتہ چلا کہ دشمن بھی اگر سامنے آئے تو بداخلاقی سے پیش نہیں آنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی گلے لگایا اور دوستوں جیسا برتاؤ کیا۔فتح مکہ کا دن اس کی کھلی شہادت پیش کرتا ہے جبکہ دشمن سامنے موجود ہیں غریب وبیکس مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے والے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیزوں کا خون ناحق کرنی والے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلواریں چلانے والے، دندان مبارک شہید کرنیوالے، تیر چلانے والے،سارے دشمن سامنے سر جھکائے کھڑے اور دس ہزار جان نثار صحابہ کرام بس ایک اشارے کے منتظر ہیں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم چشم مبارک سے اشارہ ہی کردیتے تو کشتوں کے پشتے لگ جاتے اور مکہ ماتم کدہ ہوجاتا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معاف فرمایا۔تاریخ انسانی حسن سلوک کی اتنی اعلی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے، کسی شاعر نے کہا ؎

ظالم سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کبھی بھی
مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

عمر رسیدہ لوگوں کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّاخَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

صدر جلسہ، مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! معاشرے کے اندر ہر قسم کے ہر مزاج اور ہر عمر کے افراد زندگی بسر کرتے ہیں، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی جگہ صرف ایک عمر کے افراد بستے ہوں، ان میں ہر ایک کے حقوق ہیں، اس وقت مجھے عمر رسیدہ لوگوں کی فضیلت کا تذکرہ کرنا ہے، جب انسان کی پیدائش ہوتی ہے اسوقت بالکل ہی لاچار و مجبور ہوتا ہے ہر ایک چیز میں اپنی ماں وغیرہ کا محتاج ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ قوت بڑھتی جاتی ہے اور انسان قوی وطاقتور بن جاتا ہے پھر کسی کی خدمت وغیرہ کا محتاج نہیں رہتا لیکن جیسے جیسے جوانی ڈھلتی ہے کمزوری بڑھتی جاتی ہے پھر ایک وقت وہ بھی آتا ہے جب آدمی بڑھاپے کی عمر کو

پہونچتا ہے اور ہر ہر چیز میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے، بچپن میں والدین بڑی محبت سے پرورش کرتے اور ہر طرح کی تکلیف وراحت برداشت کرلیتے ہیں مگر اولاد کی ذرا بھی تکلیف گوارا نہیں کرتے، بسا اوقات تو مائیں راتوں رات اولاد کیلئے جاگتی رہتی ہیں، مگر یہی ماں باپ جب بڑھاپے کی عمر کو پہونچ جاتے ہیں اور خدمت کے محتاج ہوتے ہیں تو اولاد اس طرح کی خدمت نہیں کرتے جس طرح ماں باپ نے اپنی اولاد کی پرورش کی تھی، اسی لئے شریعت نے والدین کی خدمت واطاعت کو بہت ضروری قرار دیا خصوصا جب بڑھاپے کی عمر کو پہونچ جائیں تو ان کو اف تک بھی نہ کہو ان کی راحت وآرام کا بھی خوب خیال رکھو اور اس کیلئے بڑی فضیلتیں بھی وارد ہوئی ہیں والدین کی خدمت تو بہت اہم ہوتی ہے ہر ایک عمر رسیدہ کی خدمت اور اس کا ادب واحترام باعث ثواب ہے۔

عمر رسیدہ خدائی قیدی ہیں

بیہقی نے کتاب الزہد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اسلام میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ اس سے جنون اور جذام اور برص کو رفع کر دیتا ہے پھر جب پچاس سال کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب نرم فرمادیں گے، پھر جب ساٹھ سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتے ہیں اور آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جب اسّی سال کو پہنچتا ہے تو اللہ اس کے حسنات کو قبول فرمالیتے ہیں اور اس کی سیئات کو معاف فرمادیتے ہیں، پھر جب نوّے سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتے ہیں اور اس کا نام خدائی قیدی ہوجاتا ہے اور اس کے اہل کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (سنن بیہقی)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث کے رجال ثقات ہیں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِکْرَامُ ذِیْ الشیبۃِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْہِ وَالْجَافِیْ عَنْہُ، وَاِکْرَامُ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ (الادب المفرد ۱۲۹ حدیث نمبر ۳۵۹) اللہ کی عظمت واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان عمر رسیدہ شخص کا اکرام کیا جائے اور اس قرآن کے حامل وحافظ کا جو اس میں غلو نہ کرنے والا ہو اور نہ اس کو چھوڑنے والا اور عادل بادشاہ کا۔

جس شخص نے عمر رسیدہ کی عزت کی اس کا بدلہ یہ ہے کہ بڑھاپے میں اس کی بھی عزت کی جائے گی۔ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَکْرَمَ شَابٌ شَیْخًا لِسِنِّہِ اِلَّا قَیَّضَ اللّٰہُ لَہُ مَنْ یُّکْرِمُہُ عِنْدَ سِنِّہِ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نوجوان کسی بوڑھے کی عزت کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسے شخص کو مامور کرے گا جو اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کرے۔

جو شخص اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے بوڑھا ہو جائے اور اس کے بال سفید ہو جائیں، اسکو اللہ قیامت میں ایک نور عطا فرمائے گا۔ یہ اسکی عظمت و بڑائی کی علامت ہوگی جس کی وجہ سے وہ عام لوگوں میں ممتاز ہوگا۔ عَنْ کَعْبِ بْنِ مُرَّۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ مَنْ شَابَ شَیْبَۃً فِی الْاِسْلَامِ کَانَتْ لَہُ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (سنن ابوداؤد، سنن الترمذی) حضرت کعب بن مرہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو نوجوان اسلام میں بوڑھا ہو گیا اس کیلئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بوڑھے شخص کیلئے ایک سفید بال کے بدلہ ایک نیکی عطا کرے گا اور ایک گناہ مٹائے گا۔ کَتَبَ اللّٰہُ بِھَا حَسَنَۃً وَحَطَّ عَنْہُ بِھَا خَطِیْئَۃً الاصحاب السنن بلفظ ابی داؤد "۱۰

عمر رسیدہ احترام کا زیادہ مستحق

سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے پہلے لوگوں کے بال سفید نہیں ہوا کرتے تھے سب سے پہلے انہیں کے بال سفید ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا یا اللہ یہ کیا ہے کہ میرے بال سفید ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو وقار ہے، تو ابراہیم علیہ السلام نے درخواست کی یا اللہ میرا وقار بڑھا دیجئے۔ جس آدمی کی داڑھی اور سر کے بال سفید ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے سے شرم کرتے ہیں معاشرے و خاندان میں بھی لوگ ایسے شخص کی عزت کرتے ہیں، اس کا ادب واحترام کرتے ہیں۔ چونکہ عمر کا ایک طویل عرصہ گذار چکا ہوتا ہے اس لئے تجربات بھی ہوتے ہیں، طاقت وقوت مضمحل ہو جانے کی وجہ سے گناہ کے امکانات بھی کم رہتے ہیں، اس لئے بھی وہ عزت کا مستحق ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے، چھوٹا ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں، بڑوں کی عزت وتوقیر کرنا چاہیے، جب ہم اپنے بڑوں کی عزت کریں گے تو لوگ بھی ہماری عزت کریں گے، آج ہم میں سے اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ اپنے گھر کے ہی جو بڑے بوڑھے ہیں انہیں کی عزت واحترام کا کوئی پاس ولحاظ نہیں کرتے جبکہ کوئی بھی مسلمان عمر رسیدہ ملے اس کی عزت کریں خواہ کہیں کا بھی ہو، اگر وہ ضرورت مند ہے تو حسب استطاعت اس کی ضروریات کا بھی خیال رکھیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

جھوٹ کی قسمیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِلَّا لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

صدر جلسہ، قابل صد احترام معلمات، عزیزہ طالبات! اخلاقی گراوٹ انسانی اقتدار کو لے ڈوبتی ہے اور جس کے اخلاق صحیح ہوتے ہیں وہی معاشرے کے اندر اچھا انسان کہلاتا ہے، ایک اہم شئی جس کو لوگ کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ بہت سے لوگوں کا تکیۂ کلام ہوا کرتا ہے اور عورتیں بھی مردوں سے کم نہیں بلکہ بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیتی ہیں وہ ہے جھوٹ، جس کے اندر ہر خاص وعام پڑھا لکھا ان پڑھ مرد وعورت عموماً سبھی لوگ ملوث ہیں۔

جھوٹ کی بہت سے اقسام ہیں مثلاً مجبوراً بولا جانے والا جھوٹ، زبردستی بولا جانے والا جھوٹ، جان بوجھ کر بولا جانے والا جھوٹ اس کے علاوہ سفید اور کالا جھوٹ بھی اس کی مشہور اقسام ہیں، اس لئے ہم میں سے اکثر لوگ جھوٹ کی ان

اقسام کا استعمال کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، ویسے تو ہم اپنی روزمرہ زندگی میں بہت جھوٹ بولتے ہی رہتے ہیں، لیکن ہماری زندگی سے منسوب کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جن کے متعلق سچ بولنا پسند نہیں کیا جاتا، جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے، سب سے بڑا جھوٹ تو یہی ہے لیکن وہ زیادہ دیر تک اس پر عمل نہیں کر پاتے۔

تحفہ پر جھوٹ

تحائف'' جنہیں وصول کرنے کے بعد ہمیں ہر حال میں تحفہ دینے والے کا شکریہ ادا کرنا پڑتا ہے اور تحفہ چاہے کتنا ہی برا کیوں نہ ہو، ہمیشہ مسکراتے ہوئے جبراً کہنا ہی پڑتا ہے کہ ہمیں وہ تحفہ بے حد پسند آیا، جھوٹ کی عادت تو ہمیں بچپن ہی سے ورثے میں مل جاتی ہے جب والدین بچوں کو سکھاتے ہیں کہ جب کوئی تحفہ دے تو شکریہ کے ساتھ تحفے کی تعریف بھی ضرور کرنی چاہئے۔

عزیز یا دوست کی جھوٹی تعریف

اس کے بعد ایک اور جھوٹ اس صورتحال میں بولنا پڑتا ہے جب آپ کو کسی رشتہ دار یا دوست کی جھوٹی تعریف کرنی ہوتی ہے کیونکہ اگر ایسا نہیں کرتے تو شاید تعلقات میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے، اس لئے آپ کو مسکراتے ہوئے یہ جھوٹ بھی بولنا ہی پڑتا ہے۔ آپ بہت خوبصورت لگ رہے یا لگ رہی ہیں لیکن یہ جھوٹ آپ کے رشتے یا دوستی کو بچانے کے لئے بیحد ضروری ہے۔

سفید جھوٹ

جھوٹ کی ایک قسم سفید جھوٹ ہے اور یہ جھوٹ اس وقت بولا جاتا ہے، جب کوئی بہت مصیبت میں پھنس جائے، ایسے موقع پر اس جھوٹ کا استعمال کر کے سچ کو

توڑ مروڑ کر پیش کر دیا جاتا ہے اور خود کو بے قصور ثابت کرنے کیلئے اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کام میں نے نہیں کیا۔ یہ عادت بچپن سے انسان کی فطرت میں شامل ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس عادت پر جلدی قابو نہ پایا جائے تو عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ عادت بھی پختہ ہو جاتی ہے۔

موٹاپا کمزور کو جھوٹ بتانا

اکثر لوگ جو بہت موٹے ہوتے ہیں یا پھر کمزور تو آپ انہیں وزن کم کرنے کا مشورہ دینے کے بجائے یہ جھوٹ بول دیتے ہیں، تسلی دینے کے لئے کہ وہ بالکل صحیح ہیں، انہیں اس سلسلے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، اس جھوٹ کی بجائے سچ بھی تو بولا جا سکتا ہے، لیکن ایسا کہنا باعث شرم سمجھا جاتا ہے۔

ملازمت اور انٹرویو پر جھوٹ

جو افراد ملازمت کے لئے کوئی انٹرویو دینے جاتے ہیں، ان سے پوچھا جائے کہ وہ کتنی تنخواہ پر کام کرنا چاہتے ہیں تو وہ اکثر جھوٹ بول دیتے ہیں اور بہت زیادہ تنخواہ کی ڈیمانڈ کر دیتے ہیں حالانکہ انہیں چاہیے کہ وہ صرف اتنی ہی تنخواہ کا تقاضا کریں جتنی تنخواہ کو وہ اپنے کام کے لحاظ سے اپنا حق سمجھتے ہوں۔

والدین کا بچوں سے جھوٹ

اکثر والدین بچوں کو رات کو سلانے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں۔ سو جاؤ ورنہ جن آجائے گا۔ یہ جھوٹ بول کر والدین بچے کی شخصیت کو تباہ کر دیتے ہیں کیونکہ ان کے اس جھوٹ کی وجہ سے بچہ تاحیات اس ڈر سے چھٹکارہ نہیں پا سکتا۔

دلہنوں سے جھوٹ

دلہنوں سے جھوٹ بولنا تو بیحد ضروری سمجھا جاتا ہے کیونکہ کسی بھی لڑکی کے لئے یہ دن بہت معنی رکھتا ہے، ایسے موقع پر اسے یہ کہا کہ وہ اچھی نہیں لگ رہی، اس کی دل آزاری نہیں کرنی چاہئے۔

خواتین کا شاپنگ کے وقت جھوٹ

خواتین کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جب بھی بازار خریداری کرنے جاتی ہیں تو گھر آ کر کبھی یہ سچ نہیں بتاتیں کہ انہوں نے خریداری پر کتنی رقم خرچ کی۔

جھوٹا شخص ہر گناہ کر سکتا ہے

بہت سے موقعوں پر انسان جھوٹ بولتا ہے کبھی اپنے عیوب کو چھپانے کے لئے کبھی دوسروں پر اپنی قوت جتانے کے لئے کبھی کسی کے ڈر اور خوف کیوجہ سے کبھی مال وغیرہ کی لالچ میں وغیرہ وغیرہ جھوٹ بہت سے گناہوں کی جڑ اور بنیاد ہے اس لئے کہ جو انسان جھوٹ بول سکتا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے کیونکہ ہر گناہ کر لینے کے بعد کہے گا میں نے کچھ بھی نہیں کیا خاص کر عورتوں کے اندر جھوٹ بولنے کی صفت مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے شریعت نے چند مواقع میں جھوٹ کی اجازت دی ہے آدمی دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لئے جنگ کے وقت میں جان کا خوف ہو اس لئے انسان کو بلا ضرورت شدیدہ جھوٹ سے گریز کرنا چاہیے۔

مومن اور منافق کی علامت

ایک اہم مسئلہ ہے کہ جس کی جھوٹ بولنے کی لت پڑ چکی ہے وہ کیسے، اس کو چھڑائے تو اس کا صرف ایک ہی علاج ہے وہ خوف خدا ہے جب اللہ کا ڈر دل میں پیدا ہو جائے اسی وقت گناہوں سے چھٹکارا مل سکتا ہے اور جھوٹ جیسی گندی عادت سے بچا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف صاف فرما دیا۔ اِلَّا لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ کان کھول کر سن لیجئے اللہ کی لعنت ہو جھوٹ بولنے والوں پر، لعنت کے معنی رحمت خداوندی سے دور ہونے کے آتے ہیں اس لئے جو بھی مرد یا عورت جھوٹ بولتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوتے ہیں حدیث شریف میں آتا ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ لَا يَكْذِبُ مومن جھوٹ نہیں بولتا گویا زبان نبوت سے شہادت دی کہ مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ سچا ہوتا ہے۔ جھوٹ جیسی بری عادت اس کے اندر نہیں پائی جاتی ہے۔ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثَةٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، اور اس کے بالمقابل مومن کی یہ نشانی بتلائی گئی اَلْمُؤْمِنُ اِذَا وَعَدَ وَفَا جب مومن وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا کرتا ہے۔ اب ہم غور کر سکتے ہیں کہ ہمارے اندر مومن کی علامت پائی جاتی ہے یا منافق کی اگر خدانخواستہ منافق جیسی علامت ہمارے اندر ہے تو اس کو پورے طور پر چھوڑ دیں اور مومن کی صفات اپنے اندر پیدا کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

پردے کا فلسفہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَاظَھَرَ مِنْھَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، مشفق ومہربان معلمات، ماؤں اور بہنو! پردے کی اہمیت و ضرورت سے آج کون ناواقف ہے اس دور میں جبکہ برائیاں عام ہوتی جارہی ہیں، مختلف قسم کے الات واسباب آئے دن ایجاد ہورہے ہیں، جو گناہوں کی اشاعت وتبلیغ کا ناپاک فریضہ انجام دے رہے ہیں جس کی وجہ سے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ان میں ملوث ہورہے ہیں اس طرح اسلامی احکامات کی افادیت ان کے ذہن ودماغ سے نکلتی جارہی ہے اور آزادانہ ماحول کی وجہ سے عریانیت وفحاشیت کی ساری حدوں کو عبور کرتے ہیں، اگر ان کے اسباب پرغور کریں تو معلوم ہوگا سب سے بڑی وجہ عورتوں بالخصوص نوجوان دوشیزاؤں میں بے پردگی کا بڑھتا ہوا رجحان ہے۔ اور مغرب معاشرے کی آوارہ تہذیب کی تقلید وپیروی مغربی ممالک میں فحاشیت وعریانیت کا رجحان اس قدر تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ عورتوں کا غیر مردوں سے اور مردوں کا غیر

عورتوں سے اختلاط اور جنسی خواہش کی تکمیل کوئی عیب اور گناہ نہیں رہا اور مغرب اسی کی ترویج واشاعت اور دوسرے ممالک کو بھی گندے ماحول میں لانا چاہتا ہے۔

بے پردگی کے نقصانات

بیشک عصر حاضر میں جس کو بعض لوگوں نے عریانی اور جنسی آزادی کا زمانہ قرار دیا ہے اور مغرب نواز لوگوں نے اس کو عورتوں کی آزادی کا ایک حصہ قرار دیا ہے لہٰذا ایسے لوگ پردہ کی باتوں کو سن کر منھ بناتے ہیں اور پردہ کو گزشتہ زمانہ کا ایک افسانہ شمار کرتے ہیں۔ لیکن اس آزادی اور بے راہ روی سے جس قدر فسادات اور برائیاں بڑھتی جارہی ہیں اتنا ہی پردہ کی باتوں پر توجہ کی جارہی ہے، البتہ اسلامی اور مذہبی معاشرہ میں بہت سے مسائل حل ہو چکے ہیں اور بہت سے سوالات کا اطمینان بخش جواب دیا جا چکا ہے، لیکن چونکہ یہ مسئلہ بہت اہم ہے لہٰذا اس مسئلہ پر مزید بحث وگفتگو کی ضرورت ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ عورتیں اپنے جسم کے مختلف اعضاء کی نمائش کے ایک بے انتہا مقابلہ میں جوانوں کی شہوتوں کو بھڑکائیں اور آلودہ مردوں کی ہوس کا شکار بنیں یا یہ مسائل شوہروں سے متعلق ہیں؟ اسلام میں دوسری قسم کا طرف دار ہے، اور حجاب کو اسی لئے قرار دیا ہے، حالانکہ مغربی ممالک اور مغرب نواز لوگ پہلے نظریہ کے قائل ہیں، اسلام کہتا ہے کہ جنسی لذت، دیکھنے، سننے اور چھونے کی لذت شوہر سے مخصوص ہے اس کے علاوہ دوسرے کیلئے گناہ آلودگی اور معاشرہ کے لئے ناپاکی کا سبب ہے۔

فلسفہ حجاب کوئی مخفی اور پوشیدہ چیز نہیں ہے کیونکہ

● بے پردہ عورتیں معمولی بناؤ سنگار اور دیگر زرق وبرق کے ذریعہ جوانوں کے جذبات کو ابھارتی ہیں جس سے ان کے احساسات بھڑک اٹھتے ہیں، اور بعض

اوقات نفسیاتی امراض پیدا ہوجاتے ہیں، انسان کے احساسات کتنے ہیجان آور وزن کو برداشت کر سکتے ہیں؟ کیا نفسیاتی ڈاکٹر یہ نہیں کہتے ہیں کہ ہمیشہ انسان میں ہیجان سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ خصوصاً جب یہ بھی معلوم ہو کہ جنسی غریزہ انسان کی سب سے بنیادی فطرت ہوتی ہے جس کی بنا پر تاریخ میں ایسے متعدد خطرناک حوادث اور واقعات ملتے ہیں جس کی بینا دیہی چیز تھی، یہاں تک بعض لوگوں کا کہنا ہے کوئی بھی اہم واقعہ نہیں ہوگا مگر یہ کہ اس میں عورت کا ہاتھ ضرور ہوگا۔ ہمیشہ بازاروں اور گلی کوچوں میں عریاں پھر کر احساسات کو بھڑکانا، کیا آگ سے کھیلنا نہیں ہے؟ اور کیا یہ کام عقلمندی ہے؟ اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ مسلمان مرد اور عورت چین وسکون کیساتھ زندگی بسر کریں اور ان کی آنکھیں اور کان غلط کاموں سے محفوظ رہیں اور اس لحاظ سے مطمئن طور پر زندگی بسر کریں، پردہ کا ایک فلسفہ یہ بھی ہے۔

عورتوں پر کمانے کی کوئی ذمہ داری نہیں

عورت کو چین وسکون اسی وقت نصیب ہوسکتا ہے جبکہ اسکو آزاد ماحول سے دور رکھ کر اسلامی ماحول عطا کیا جائے۔ مساوات کا نعرہ بلند کر کے اور آزادی نسواں کی آواز لگا کر عورتوں کو تباہی و بربادی کے دلدل میں پھنسا کر رکھ دیا ہے۔ اور اب دیکھنے میں آرہا ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں عورتیں بھی مردوں کے شانہ بشانہ چلتی ہوئی نظر آرہی ہیں آفسوں میں دکانوں میں بازاروں میں چھوٹی سے چھوٹی نوکری ہو یا بڑی سے بڑی نوکری اور ملازمت بہرحال ہر جگہ عورتیں ہی نظر آرہی ہیں جبکہ اسلام نے عورتوں کو گھر کی چہار دیواری کے اندر رہنے کا حکم دیا اور بلا ضرورت باہر نکلنے سے منع کیا عورت گھر کے اندر رہ کر بہت سے عظیم کارنامے انجام دے سکتے ہیں۔ اسلام نے عورتوں کو کمانے اور بیرونی کام کاج کی ذمہ داری نہیں ڈالی عورت کو

بہر صورت کمانے اور بچوں پر خرچ کرنے کی ذمہ داری سے مستغنی رکھا، شادی سے پہلے لڑکیوں کی پوری ذمہ داری باپ کے سر ڈالدی، شادی کے بعد شوہر کے ذمہ نان نفقہ رکھدیا اور بیوہ یا مطلقہ ہونے کی صورت میں باپ کے ذمہ اور اگر باپ نہیں تو بھائیوں کے ذمہ کر دیا، گویا اسلام نے عورتوں کو بہت بڑا مقام و مرتبہ عطا کیا۔

شوہر کی اطاعت عورت کی اہم ذمہ داریاں

پردے کے مخالفین اور عورتوں کے لئے حجاب کو شجرہ ممنوعہ قرار دینے والے اسلامی تاریخ کا مطالہ کریں تو معلوم ہوگا کہ کس طرح مسلم خواتین نے پردے میں رہ کر اور اسلامی شعائر کو مضبوطی سے اپنائے ہوئے اہم کارنامے انجام دیئے۔ ایک عورت کی اہم ذمہ داری شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری اور بچوں کی پرورش ہے، جن لوگوں نے ترقیاں کیں اور بڑے مقام و مرتبہ سے سرفراز ہوئے اگر ان کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کی کردار سازی میں ان کی ماؤں کا اہم رول ہے۔ اور جب عورتیں اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرے گی تو یہی اولاد والدین کے ضعیف العمری میں انکی خدمت کرتے ہیں اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھتے ہیں مغربی ممالک میں اس کا تصور اور وہم وگمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اولاد بوڑھے والدین کی خدمت کریں گے بلکہ جیسے ہی عمر زیادہ ہوئی اولاد گھر سے باہر نکالدیتی ہے اور جس گھر کو والدین اپنی محنت کی کمائی سے تعمیر کیا تھا زندگی کے آخری ایام میں ان گھروں میں نہیں گذار سکتے یہ نتیجہ ہوتا ہے آزاد روش اور اولاد پر خاص توجہ نہ کرنے کا۔

بہرحال پردہ بہت ضروری ہے اسی سے معاشرے کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ☆

حضور اکرم ﷺ کے نواسوں کی سخاوت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

محترمہ صدر معلّمہ، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! ہماری جان اور ہمارا مال اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اللہ رب العزت جہاں خرچ کرنے کا حکم کریں ہمیں وہاں خرچ کرنے میں دریغ نہ کرنا چاہیے، انسان دنیا کو خواہ کتنا ہی کیوں نہ جمع کرلے مگر اس کے کام وہی آسکتا ہے جو اللہ کے راستہ میں خرچ کردیا، جو جمع کر کے چلا جائے گا وہ تو ویسے ہی رہ جائیگا آخرت میں اسکا بھی حساب دینا پڑے گا اسلئے مال کو جمع کر کے رکھنے کے بجائے اس کو کثرت سے خرچ کرنا چاہیے اس لئے کہ جتنا زیادہ خرچ کریں گے اتنا زیادہ اسمیں بڑھوتری ہوگی، اور آخرت میں جو کچھ ثواب ملنا ہے

وہ تو ملے گا ہی۔ مولانا روم فرماتے ہیں جو ایک حدیث کا ترجمہ ہے۔ ''گفت پیغمبر کہ دائم بہر پند''۔ ''دو فرشتہ خوش منادی می کنند۔ کہ اے خدایا منفقان را سیر دار''۔ ''ہر درم شاں رادہ صد ہزار''۔ پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ دو فرشتے برابر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ خرچ کرنیوالوں کو آسودہ رکھ اور ہر ہر درہم کے بدلہ ایک لاکھ درہم عطا فرما، کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے دولت جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہے اور خرچ کرنے کی توفیق بھی دی ہے۔ جن کے لئے فرشتے دعائیں کرتے ہیں اور جس کے لئے فرشتے دعائیں کریں کیا اس کے مال میں کبھی کمی ہوسکتی ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی مال کمایا مگر اس سے دل نہیں لگایا بلکہ غریبوں محتاجوں اور اعزہ واقرباء پر کثرت سے خرچ کیا۔

بڑے نفع کا سودا

ابوالحسن مدائنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن، حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ حج کیلئے تشریف لے جارہے تھے، راستے میں ان کے سامان ان سے جدا ہوگئے، یہ بھوکے پیاسے چل رہے تھے ایک خیمہ پر ان کا گذر ہوا۔ اس میں ایک بوڑھی عورت تھی، ان حضرات نے اس سے پوچھا کہ ہمارے پینے کو کوئی چیز (پانی، دودھ، لسی وغیرہ) تمہارے پاس موجود ہے، اس نے کہا ہے، یہ لوگ اپنی اونٹنیوں پر سے اترے، اس بڑھیا کے پاس ایک بہت معمولی سی بکری تھی، اس کی طرف اشارہ کرکے اس نے کہا کہ اس کا دودھ نکال لو اور اس کو تھوڑا تھوڑا پی لو ان حضرات نے اس کا دودھ نکالا اور پی لیا۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کوئی چیز کھانے کی بھی ہے؟ اس بڑھیا نے کہا کہ یہی بکری ہے، اس کو تم میں سے کوئی ذبح کرلے تو میں پکادوں گی، انہوں نے اس کو ذبح کیا، اس نے پکایا، یہ حضرات کھاپی کر جب شام کو چلنے لگے تو

انہوں نے اس بڑھیا سے کہا کہ ہم ہاشمی لوگ ہیں، اس وقت حج کے ارادے سے جارہے ہیں، اگر ہم زندہ سلامت واپس مدینہ پہنچ جائیں تو تو ہمارے پاس آنا، تیرے اس احسان کا بدلہ دیں گے۔

یہ حضرات تو فرما کر چلے گئے، شام کو جب اس کا خاوند کہیں جنگل وغیرہ سے آیا تو اس بڑھیا نے ہاشمی لوگوں کا قصہ سنایا، وہ بہت خفاء ہوا کہ تو نے اجنبی لوگوں کے واسطے بکری ذبح کرڈالی، معلوم نہیں کون تھے کون نہیں تھے؟ تو کہتی ہیں ہاشمی تھے، غرض وہ خفاء ہوکر چپ ہوگیا، کچھ زمانہ کے بعد ان دونوں میاں بیوی کو غربت نے جب بہت زیادہ ستایا تو یہ محنت مزدوری کی نیت سے مدینہ منورہ گئے، دن بھر مینگنیاں چگا کرتے اور ان کو بیچ کر گذر کیا کرتے، ایک دن بڑھیا مینگنیاں چگ رہی تھی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے دروازے کے آگے تشریف رکھتے تھے، یہ جب وہاں سے گذری تو اس کو دیکھ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کو پہچان لیا اور اپنے غلام کو بھیج کر اس کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ اللہ کی بندی تو مجھے پہچانتی بھی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے تو نہیں پہچانا، آپ نے فرمایا کہ میں تیرا وہی مہمان ہوں، دودھ اور بکری والا، بڑھیا نے پھر بھی نہ پہچانا اور کہا، کیا خدا کی قسم تم وہی ہو؟ حضرت حسن نے فرمایا جی ہاں! میں وہی ہوں، اور یہ فرما کر آپ نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے لئے ایک ہزار بکریاں خرید دی جائیں۔ چنانچہ فوراً خریدی گئیں اور ان بکریوں کے علاوہ ایک ہزار دینار نقد بھی عطا فرمائے اور اپنے غلام کے ساتھ اس بڑھیا کو چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کہ بھائی نے کیا بدلہ عطا فرمایا؟ اس نے کہا کہ ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار دینار دیئے ہیں، یہ سن کر اتنی ہی مقدار دونوں چیزوں کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عطا فرمائی، اس کے بعد اس کو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، انہوں نے تحقیق فرمایا

کہ ان دونوں حضرات نے کیا کیا مرحمت فرمایا ہے اور جب معلوم ہوا کہ یہ مقدار ہے تو انہوں نے دو ہزار دینار عطا فرمائے، اور یہ فرمایا کہ اگر تو پہلے مجھ سے مل لیتی تو میں اس سے بہت زیادہ دیتا۔ یہ بڑھیا چار ہزار بکریاں اور چار ہزار دینار لے کر خاوند کے پاس پہنچی کہ یہ اس ضعیف اور کمزور بکری کا بدلہ ہے۔ کیا اتنی عظیم سخاوت کی کہیں مثال مل سکتی ہے؟ یہ سب خاندان نبوت کے چشم و چراغ تھے جنہوں نے اپنے اعمال و کردار سے ہم کو بہت کچھ درس دیا۔

ایک کا بدلہ دس

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک چادر فروخت کرنے کیلئے دی تا کہ اس سے غلہ وغیرہ لے کر آئیں چونکہ کئی روز سے فاقہ چل رہا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ چادر چھ درہم میں فروخت کی، وہ پیسے لیکر چلے کہ کوئی چیز خریدیں، راستہ میں ایک سائل نے سوال کرلیا تو انہوں نے وہ چھ درہم اس شخص کو دیدیے، پھر خالی ہاتھ گھر واپس لوٹ رہے تھے تو راستہ میں ایک صاحب اونٹنی لیکر آئے اور کہنے لگے کہ یہ اونٹنی خریدلو چھ درہم اسکی قیمت ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس پیسے نہیں تو بیچنے والے نے کہا کہ کوئی بات نہیں پیسے بعد میں دو حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ اونٹنی لے کر چلے، آگے ایک صاحب ملے انہوں نے کہا اونٹنی مجھے بیچ دو ساٹھ درہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ساٹھ درہم میں بیچ کر چھ درہم اونٹنی جس سے خریدی تھی اسکو دیدیا اور باقی پیسے لیکر گھر گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسکا تذکرہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرئیل و میکائیل علیہما السلام تھے جنہوں نے آپ کیساتھ معاملہ کیا۔

جنت کے نوجوانوں کے سردار

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر اپنی جان کی بھی سخاوت کردی مگر اسلام پر آنچ نہ آنے دیا اور بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے انکے حق میں خلافت سے دست بردار ہو کر سینکڑوں لوگوں کے گویا محافظ بنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ان دونوں نواسوں سے بڑی محبت تھی کبھی کاشانۂ مبارک پر سوار کراتے، بوسہ دیتے، اپنے سینہ مبارک پر لٹالیتے، اور فرمایا کرتے تھے یہ دونوں جنت کی خوشبو ہیں، کبھی فرماتے حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام کے نقشے قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

عورتوں کی تعلیم اصل مقصد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ.

صدر جلسہ، قابل قدر معلمات، ماؤں اور بہنو! آج ہم تعلیم سے بہت دور ہوتے جارہے ہیں، معاشرے و خاندان میں جہالت پھیلتی جارہی ہیں اور جہالت ہی کیوجہ سے سینکڑوں برائیاں پنپ رہی ہیں، خواتین نمازوں سے دور ہوتی جارہی ہیں، نوجوان دوشیزاؤں میں بے پردگی کا رجحان عام ہوتا جارہا ہے، والدین کی اطاعت وفرمانبرداری اوران کے حقوق کی بجا آوری کی بالکل فکر نہیں رہتی، اس لئے کہ والدین کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، قریب و بعید رشتہ داری کے حقوق کیا ہیں، ہم کو پتہ نہیں ہیں اور جب پتہ ہی نہیں ہے تو ان کی ادائیگی کی کیا فکر کریں، اور ہماری ماؤں اور بہنوں میں سدھار کیسے آئے گا، خاندان و معاشرے کی اصلاح کیسے

ہوسکے گی اور دین کے کام صحیح طور پر ہم کیسے انجام دے سکتے ہیں، اس کیلئے ہم کو ضرورت ہے اسلامی علوم اور دینی تعلیم حاصل کرنیکی کیونکہ اس کے بغیر نہ ہمارے اندر سدھار آسکتا ہے اور نہ قوم ومعاشرے اور خاندان میں پھیلی ہوئی برائیوں پر کنٹرول ہوسکتا ہے، اور عورتوں کی اصلاح کیلئے خود عورتوں ہی کو آگے بڑھنا ہوگا، جب تک عورتیں علم دین حاصل کر کے دعوت وتبلیغ کے ذریعہ نئی نسل کی نوجوان دوشیزاؤں کی اصلاح نہیں کریں گی ان کو اسلامی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دلائیں گی، اسوقت تک معاشرے کی اصلاح ہرگز نہیں ہوسکے گی، عصری علوم خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ حاصل کرلیں اس سے اخلاق میں سدھار نہیں آسکتا۔

مقصد تعلیم

تعلیم کا اصل مقصد انسان کی فطری صلاحیتوں کو مزین اور آراستہ کرنا اور اس کو نفع بخش بنانا ہے۔اس بنیاد پر تعلیم کی ضرورت ہر انسان کو خواہ وہ مرد ہو یا عوت، سرمایہ دار ہو یا تنگ دست، شہر کا باشندہ ہو یا گاؤں دیہات کا رہنے والا کسی کیلئے اس میں کوئی استثنا نہیں ہے۔اسلامی نقطہ نظر سے تعلیم کے دو پہلو ہیں۔اول بنیادی تعلیم یعنی دین کے بنیادی عقائد، عبادت اور حلال وحرام کی تمیز کا علم، اس علم سے واقف ہونا ہر مسلمان مرد وعورت کیلئے لازمی قرار دیا گیا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔اس سے مراد یہی بنیادی تعلیم ہے جس کی معرفت اور واقفیت ہر مسلمان پر واجب ہے۔خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا امی وناخواندہ، قلم ودوات سے آشنا ہو یا اس سے بے خبر، بولنے اور اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، یا گونگا بہرا، کمسن ہو یا بڑا، کم عقل ہو یا ذہین، غرض کسی کیلئے کوئی استثنا نہیں ہے، اس بنیادی تعلیم کیلئے ہر شخص کو اس کے مناسب حال مواقع

اور ذرائع فراہم کئے جاسکتے ہیں، تحریر، تقریر، وعظ وارشاد، مکتب ومدرسہ، قلم وکاغذ رمز واشارہ الغرض سارے ذرائع کا استعمال ممکن ہے۔ عہد نبوی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صحرا سے ایک بدو عورت کو پکڑ کر لائے۔ وہ کوئی بات نہیں سمجھتی تھی۔ صحابہ پریشان تھے آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس عورت نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی، آپ نے صحابہ سے فرمایا، اس کو جانے دو یہ ایمان والی ہے۔

تعلیم کا دوسرا پہلو وہ مروجہ تعلیم ہے جو آج ہماری بحث وگفتگو کا موضوع ہے یعنی کسی فن میں مہارت حاصل کرنا یا اس کی لازمی واقفیت رکھنا اس تعلیم کے تعلق سے اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس کا حصول عمدہ اور پسندیدہ ہے۔ اسلام نے اس کی ترغیب دی ہے اور اس میں مردوزن کیلئے اپنے اپنے مناسب حال مواقع فراہم کئے ہیں لیکن، یہ تعلیم بنیادی تعلیم کے برابر کا درجہ نہیں رکھتی ہے اسی لئے معاشرہ کے کچھ افراد اگر کسی شعبہ زندگی کو بہتر طریقہ پر سنبھال لیں تو پورے معاشرے کی جانب سے یہ فریضہ ادا ہوجاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے، کہ کیوں نہیں ان کے فرقہ سے ایک جماعت تفقہ فی الدین کیلئے نکلتی، چنانچہ فریضہ دعوت وتبلیغ کی انجام دہی کے لئے تبحر فی الدین اور تفقہ فی الشرع کے حاملین کی ایک جماعت کو کافی سمجھا گیا اور اس علم کو معاشرے کے ہر فرد کے لئے لازم نہیں قرار دیا گیا اسی کو سقول ٹھہراتے ہوئے یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ اگر مسلم معاشرہ میں ایک معتد بہ تعداد علماء، واعظین، دانشوران، اصحاب قیادت وسیاست، اطبا، صنعت وحرفت کے ماہرین یا شعبہ ہائے حیات کے دوسرے پہلوؤں کے مخصصین کی موجود ہوتو پورے معاشرہ کی فلاح وترقی کی ضمانت لی جاسکتی ہے۔ مروجہ تعلیم کے حصول میں معرکۃ الآراء بحث تفریق مردوزن کی ہے۔ ہم کو یہ تسلیم کرنے میں کوئی جھجک نہیں کہ خیر القرون کے بعد بالخصوص مسلمانوں کے علمی عہد زوال میں عورتوں کو مروجہ تعلیم سے علاحدہ رکھا

گیا، یہی نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے یہاں بھی یہی تصور رائج تھا، یورپ کی نشاۃ نو کے بعد جو سماجی اور معاشرتی انقلاب پیدا ہوا اس نے اس جمود و تعطل کا خاتمہ کیا اور آج نہ صرف مسلم معاشرہ میں بلکہ دیگر ادیان ومذاہب کے ماننے والوں میں تعلیم نسواں کی اہمیت اوراس کا رواج یورپ کی اسی انگڑائی کا مرہون منت ہے۔

یورپ کی نشاۃ نو میں نصرانیت بلکہ پاپائیت کے ردعمل کا عنصر غالب تھا، تاریخ داں اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ یورپ صدیوں کلیسا کی بے رحم زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور جب اس نے اس قید سے گلوخلاصی حاصل کی تو نہ صرف پاپائیت کو بلکہ مذہب کو بھی خیر باد کہا جس کا لازمی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اہل یورپ کے دانشور اپنے مذہبی اور اخلاقی قدروں میں توازن برقرار نہ رکھ سکے، تعلیم کے میدان میں بھی اس عدم توازن کا مظہر نمایاں طور پر سامنے آیا۔ یورپ نے تعلیم نسواں کا جو ڈھانچہ مرتب کیا اس میں مرد اور عورت کا جسمانی، نفسیاتی، عقلی، اور ذہنی فرق ملحوظ نہیں رکھا جس کا اثر یہ پڑا کہ ترقی کے اس دور میں عورت تاریک عہد کے مقابلہ میں بھی زیادہ مظلوم بن گئی۔

خدائے بزرگ و برتر نے اس جنس لطیف کو حمل، ولادت، رضاعت کی جو فطری ذمہ داری سونپی ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، البتہ مساوات مرد وزن کے خوشنما نعرہ کے ذریعہ کسب معاش میں جو صرف مرد کی ذمہ داری ہے عورت کو بھی شریک کرلیا گیا، بالآخر یہ بوجھ تلے دب گئی۔

اسلامی نقطہ نظر سے مروجہ تعلیم غلط نہیں ہے، البتہ مرد اور عورت کیلئے یکساں نصاب اورنظام تعلیم کسی طرح مناسب نہیں ہے، کیوں کہ اس سے عدم توازن ہر حال میں پیدا ہوگا اور معاشرتی ابتری جسکے مظاہرے آئے دن دیکھنے میں آتے ہیں

لازماً پیدا ہوگی۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ آج کل چونکہ عورتیں تعلیم کی طرف زیادہ راغب ہیں اور مردوں میں راغبت کم پائی جاتی ہے اسلئے معاشرہ عدم توازن کا شکار ہے، دراصل مسئلہ یہ ہے کہ یوروپ سے برآمد نظام تعلیم نے عورت اور مرد کی جسمانی اور عقلی ہیت ترکیبی کو نظر انداز کیا ہے جس کا اثر معاشرہ پر پڑنا ناگزیر ہے۔

مردوں اور عورتوں کیلئے جداگانہ نظام تعلیم کیا ہو؟ اس کا اشارہ بھی ہم کو عہد نبوی اور خیر القرون کے مبارک عہد میں ملتا ہے، اسی کیساتھ مردوں اور عورتوں کے مزاج اور طبعی لیاقت کو مدنظر رکھ کر نصاب تعلیم مرتب کر سکتے ہیں۔ عہد نبوی میں ایک انصاریہ خاتون علاج ومعالجہ کرتی تھیں، نیز عورت کے مزاج میں جذبہ ہمدردی اور رحم دلی کا تقاضہ ہے کہ میڈیکل سائنس اور اس سے متعلق علوم وفنون کی تعلیم اس کو دی جاسکتی ہے، اسکے برعکس مرد کے اعصاب مضبوط اور قوی ہوتے ہیں فنون سپہ گری یعنی ملٹری سائنس، جہاز رانی یا اس جیسے دوسرے اعصاب شکن فنون کی تعلیم صرف مردوں کے لئے موزوں ہے، ایک کلپنا چاؤلہ، یا ایک سنیتا کے خلا میں چلے جانے کو بطور نظیر پیش کرنا عورت پر اس کی فطری صلاحیت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہے۔

مرد وعورت کی الگ الگ ذمہ داری

مرد اور عورت کی الگ الگ ذمہ داری ہے اور گھر کا سکون مرد وعورت میں تعلقات استوار اسی وقت ہوسکتے ہیں جبکہ ہر ایک اپنی ذمہ داری صحیح صحیح نبھائے۔ عورتوں کے ذمہ بھی شرعی اعتبار سے بہت سے کام ہیں، اس کی فطری کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے گھریلو ذمہ داریاں ہی کیا کم ہے، انہیں کو اگر صحیح طور پر انجام دے لے تو بہت بڑی بات ہے چہ جائیکہ اس کے اوپر کسب معاش کا بار گراں ڈالا جائے، اور اس کیلئے مشکل سے مشکل علوم وفنون سکھائے جائیں جو عورت کے مزاج کے

خلاف ہے۔ مغرب نے مساوات مرد وزن کا جو نعرہ بلند کیا ہے، اس سے عورتوں کو آزادی نہیں بلکہ غلامی کے طوق سلاسل میں ڈالا جا رہا ہے، جس کے اندر بے حیائی، عریانیت، فحاشی وبدکاری، غرض ساری خرابیاں موجود ہیں۔ آج اسی کا نتیجہ ہے کہ عورتیں مشکلات کے اندر پھنسی ہوئی نظر آتی ہیں یہ اسی نعرہ مغرب کا نتیجہ ہے جس کے پیچھے ہماری مشرقی تہذیب وتمدن رکھنے والی عورتیں بھی بڑی تیزی کیساتھ لپک رہی ہیں اور اسلامی تعلیم کو پس پشت ڈال رہی ہیں۔ اگر زندگی امن وسکون اور آخرت میں راحت وآرام چاہتے ہیں تو اسلامی تعلیمات کو عام کریں اور اسلامی تعلیمات کے تقاضوں پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ مسلم دوشیزاؤں کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

زمانۂ جاہلیت میں سماج کی حالت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْکُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ .

میری مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! میں نے جو آیت کریمہ آپ کے سامنے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان نعمت کا ذکر کیا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قبل از نبوت کسی طرح آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان اتحاد پیدا کر دیا اور دلوں کو بالکل جوڑ دیا اور وہ سب کے سب جو کل تک ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے

حقیقی بھائی کی طرح ایک دوسرے کیلئے جان قربان کرنیوالے بن گئے، اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو جہنم کے گڑھے سے نکال کر بہشت بریں میں داخل کر دیا۔

قبل از نبوت آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ

دنیا جانتی ہے کہ نبوت ورسالت کے منصب پر آپ اس وقت فائز ہوئے جب آپ کی زندگی کا تقریباً دو تہائی حصہ گذر چکا تھا یعنی چالیس سال کے بعد چالیس سال تک معاشرہ میں ایک عام فرد کی حیثیت سے زندگی گذاری، لیکن، وہ چالیس سالہ زندگی کس طرح اور کس ماحول میں گذاری اس کو بیان کرنیکی ضرورت ہے تا کہ مردہ دلوں میں زندگی کے آثار پیدا ہوں، ہدایت کی راہیں کھلیں، کہ جس انسان کی نبوت سے قبل کی زندگی اتنی صاف اور پاکیزہ ہے جب وحی الٰہی نے اس کی رہنمائی اور تربیت کی ہوگی تو اسے کیا کچھ نہ بنا دیا ہوگا۔ سینکڑوں ہزاروں برائیوں سے معاشرہ پر ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے دامن کو پاک وصاف رکھا، زندگی کے ہر شعبہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے صداقت وسچائی اور امانت ودیانت سے کام لیا اور ہزار دشمنی کے باوجود کفار مکہ کو آپ ﷺ کی صداقت وسچائی اور امانت ودیانت پر انگشت نمائی کا موقع نہ ملا۔ دشمنان اسلام بھی آپ علیہ السلام کی امانت و دیانت پر اتنا مطمئن تھے کہ دشمنی کے باوجود اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے تھے، تاریخ اسکی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ پیغمبر اسلام جیسا صداقت وامانت کا پیکر انسان روئے زمیں نے نہ کبھی دیکھا اور نہ دیکھ سکتی ہے۔ سچ پوچھئے تو آپ ﷺ پر ایمان لانے کیلئے صرف یہی چیز کافی ہے کہ ایسے ماحول میں رہنے کے باوجود جہاں برائی کو برائی تصور نہ کیا جاتا ہو، قتل وغارت کو پیشہ بنالیا گیا ہو، ایسے ماحول میں اپنے کو کوئی ہر گناہ سے بچا کر لوگوں کے سامنے پیش کر دے۔

یہ تھا زمانہ جاہلیت

تاریخ و سیرت کی کتابوں میں اسے ''زمانہ جاہلیت سے'' تعبیر کرتے ہیں، ان کی اخلاقی حالت اس قدر پست تھی کہ دنیا کی کون سی ایسی برائی تھی جو ان کے یہاں عروج پر نہ رہی ہو، قتل وغارت گری، مسافروں کو مارنا، قافلوں کو لوٹنا، ان کا محبوب مشغلہ تھا، شراب نوشی، بازاری عورتوں سے پیشہ کرانا، جس کو آج کی دنیا میں قحبہ خانوں اور چکلہ خانوں سے موسوم کرتے ہیں ان کے یہاں حصول دولت کا مہذب پیشہ تھا، عورتوں کی کوئی قیمت نہ تھی، شوہر کے مرنے کے بعد اس کا کوئی قریبی رشتہ دار اس پر اپنی چادر ڈال دیتا اور چار و ناچار وہ اس کی بیوی بن جاتی، محرم اور غیر محرم سے شادی کا کوئی آئین نہیں تھا، ایک مرد جس سے چاہے اور جتنی چاہے شادیاں کرسکتا تھا، حد تو یہ تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا اپنی حقیقی ماں کو چھوڑ کر تمام سوتیلی ماؤں کو اپنی بیوی بنالیتا، لڑکی کی پیدائش ان کے یہاں تک وعار تھی اس لیے اسے زندہ دفن کردیتے تھے، اور یہ نہایت شریفانہ فعل تصور کیا جاتا، زنا کاری اور بدکاری بالکل عام اور قطعاً غیر معیوب تھی، بلکہ بھری محفلوں میں بے خوف وخطر مزے لے لے کر اس کو بیان کرتے، چنانچہ امراؤ القیس جو بہت بڑا شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ شہزادہ بھی تھا اس کا اپنی پھوپھی زاد بہن سے غلط تعلق تھا، وہ اس بدکاری کو اپنے قصیدوں میں خوب مزے لے لے کر بیان کرتا تھا اور حد تو یہ ہے کہ اس کو کعبۃ اللہ پر آویزاں کرتا تھا۔

آزاد عورتوں کو زبردستی باندی اور مردوں کو غلام بنانا اور جانوروں کی طرح ان کی بیع وشراء کرنا ان کی بہترین تجارت تھی، ایک باندی سے کئی لوگ بدکاری کرتے اور پھر اس سے اولاد ہوتی، ہر ایک حقیقی اولاد مان کر اس کا دعویدار ہوتا، اور

بعض دفعہ یہی بات آپس میں لڑائی کا باعث بن جاتی، عورتیں اپنے جسم کے مخفی سے مخفی حصہ کو بنا سنوار کر مجمع عام میں بلا کسی شرم وحیا کے پیش کر کے لوگوں کو راغب کرتیں، ان کے اکثر اسباب معیشت کا دارومدار تجارتی قافلوں کی لوٹ مار پر تھا، ذرا ذرا سی بات پر سالوں لڑائیاں چلتیں اور لڑائیوں میں لوگوں کو زندہ جلا دینا، حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر کے حمل کو ضائع کر دینا، معصوم بچوں کو قتل کر دینا، ان کی زندگی کا ایک معمولی کھیل تھا، انتقام اور کینہ پروری اس درجہ تھی کہ نسلوں پہلے کے واقعات کا بدلہ لیا جاتا، کھانے پینے کے معاملہ میں کسی چیز سے پرہیز نہیں تھا، بھوک اور قحط کے دنوں میں جانوروں کے خون پی جاتے، زندہ جانور کا گوشت کاٹ کر کھا جاتے، مردار کھاتے غرضیکہ کسی چیز سے پرہیز نہیں تھا، جبکہ جانور بھی اپنی نوع کی مالوفات کے سوا کسی دوسری چیز کو نہیں کھاتے، بلی کبھی گھاس نہیں کھاتی، گھوڑا کبھی گوشت نہیں کھاتا، ان کے اخلاق کی صحیح منظر کشی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب نے اپنی اس تقریر میں کی ہے جو انہوں نے شاہ حبشہ اصحمہ (نجاشی) کے دربار میں کی تھی، انہوں نے کہا: اے بادشاہ ہم جاہلیت میں غوطے کھا رہے تھے، بتوں کی پرستش کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، برائیوں میں لت پت تھے، رشتوں کو توڑتے تھے، پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے، ہمسایوں کے لیے صرف دکھ اور رنج تھے، طاقت والے کمزوروں کو نیست ونابود کر دیتے تھے۔

یہ تو ان کی اخلاقی حالت تھی، مذہبی اعتبار سے معاملہ اور پیچ در پیچ تھا، کیونکہ جہالت عام تھی، نہ کوئی علم وفن تھا اور نہ لکھنے پڑھنے کا کوئی رواج، عام رجحان بت پرستی کی طرف تھا جو انہوں نے پڑوسی ملکوں سے اپنی جہالت کے سبب اپنا لیا تھا۔ بتوں کی پرستش عشق کی حد تک تھی، علاوہ ازیں ارواح خبیثہ، شجر وحجر اور چاند وسورج بھی مقدس دیوتاؤں میں تھے، بتوں کے نام پر انسانوں کو قربان کر دیتے، جانوروں

کا پہلا بچہ بتوں کی بھینٹ چڑھتا، کھیتی کی بہترین پیداوار بتوں کی نظر ہوتی، ہر قبیلہ کا بت الگ ہوتا اور وہی اس قبیلہ کے خیر وشر کا مالک مانا جاتا، کعبۃ اللہ کے اندر تین سو ساٹھ بت تھے، اس حرمت اور عظمت والے گھر کا ننگے ہو کر طواف کرتے، اسی طرح یہودیت عیسائیت اور مجوسیت کے اثرات بھی تھے، گوکم، گویا اس وقت کا عرب مذاہب باطلہ اور تخیلات فاسدہ کا مجموعہ تھا۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی تھی۔ ایسے نازک ترین دور میں حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی جس سے سارا عالم روشن اور منور ہو گیا۔

تعلیم نبوت کا نتیجہ

آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے عرب میں کتنی برائیاں تھیں، لوگ کس طرح اخلاقی گراوٹ کے شکار تھے، میری گذشتہ معروضات کی روشنی میں آپ کو تھوڑا بہت اندازہ ہو گیا ہوگا اب یہ بھی سنتے چلیں کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد دنیا میں کیسی تبدیلی آئی، کیسا انقلاب برپا ہوا، وہی عرب بدو جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، لڑائی جھگڑا ان کی شناخت بن چکا تھا، معمولی معمولی بات کیوجہ سے سالہا سال لڑائیاں چلتی رہتی تھیں اور کشت وخون کا بازار گرم رہتا تھا اور جب آپ ﷺ نے ان کو تسلیم دی تو ایک دوسرے کے بھائی بن گئے، بلکہ ایک دوسرے پر جان نچھاور کرنیوالے بن گئے اور علوم وفنون کے ایسے ماہر پیدا ہو گئے کہ ملکوں کی سربراہی ان کو عطا کی گئی اور جس ملک میں بھی صحابہ کرام نے قدم رکھا آج بھی ان کے فیوض وبرکات ظاہر ہو رہے ہیں، ان کی حکومت وسلطنت میں عدل وانصاف کا ڈنکا بجتا تھا، رعایا سے لے کر جانوروں تک سکون واطمینان کا سانس لے رہے تھے۔ کسی شاعر نے کتنی اچھی بات کہی ہے۔

کیا بات تھی کہ نہ روما سے نہ ایراں سے دبے
چند بے ترتیب اونٹوں کے چرانے والے
جن کو کافور پہ ہوتا تھا نمک دھوکا
بن گئے خاک کو اکسیر بنانے والے

یہ سب آپ ﷺ کے فیوض وبرکات کا نتیجہ تھا۔آج بھی اسلام میں تعلیم کی وہی تاثیر ہے مگر شرط ہے کہ اسکو صحیح طریقوں پر حاصل کر کے اس پر عمل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

جہیز کی لعنت کیلئے لڑکی کے والدین بھی ذمہ دار ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالاً کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُو اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ، صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مال ودولت حاصل کرنے کیلئے شادی کی اسکو فقر وفاقہ کے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آئیگا، اور جس نے عزت حاصل کرنے کیلئے شادی کی اسکو ذلت ورسوائی

کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ جہیز کی کثرت کیوجہ سے کتنی معصوم دوشیزائیں جوانی کی دہلیز کو پار کررہی ہیں اوران کو شادی کرنے کیلئے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور تنگ آ کر خودکشی کرنے پر مجبور ہوتی ہیں، جبکہ شادی تو بالکل سادی ہونی چاہئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم خرچ ہو، صحابہ کرام کے دور میں اس طرح جہیز کا رواج نہیں تھا کہ والدین کی نیندیں حرام ہوجائیں اور غربت وافلاس کیوجہ سے لڑکی جوان ہونے کے باوجود بھی گھر ہی پر بیٹھی رہے، جیسے ہمارے زمانے میں ہورہا ہے، مگر یہ بات بھی ہمیں یاد رکھنی ہوگی کہ لڑکی کے والدین کی بھی غلطی ہے اگر اللہ نے دو پیسے دیدیئے ہیں تو والدین بھی یہی چاہتے ہیں کہ میری لڑکی کی شادی خوب دھوم دھام سے ہو، ناچ گانے اور دنیا کی خرافات کا انتظام کرکے فضول خرچیاں کی جائیں اوراس طرح شیطانوں کے چیلوں کو خوش کیا جائے۔

مردوں کی بڑی ذمہ داری

لڑکیوں کے والدین بھی جہیز کی لعنت کو زندہ رکھنے کے پورے ذمہ دار ہیں، دیکھنے میں تو یہی آتا ہے کہ وہ ایسے معیار قائم کرتے ہیں جو قطعی غیرضروری ہوتے ہیں۔ ایک عام سروے کے مطابق یہ بات سامنے آئی ہے کہ دولہے کی ماں اور بہنیں جہیز کی سودا باز ہستیاں ہوتی ہیں لیکن جب اس سودے بازی کو قریب سے دیکھیں تو ساس اور نندیں اصل ہدایت کار نہیں ہیں۔ بنیادی طور پر طے مرد ہی کرتے ہیں، جب موٹی رقمیں طے ہوجاتی ہیں تو عورتیں اس خانے میں رنگ بھرتی ہیں، ہمارے سماج کے ٹھیکے دار تو مرد ہیں اگر وہ سختی سے جہیز کے خلاف فیصلے لیں تو ساس اور نندیں کچھ نہیں کرسکتیں، عورتوں پر جہیز کا الزام لگانا ایسا ہی ہے جیسے جنگ میں عام فوجیوں پر الزام لگایا جائے۔ عام فوجی مارتے ہیں اور مرتے ہیں لیکن اعلان جنگ ہمیشہ

حکمراں ہی کرتا ہے، ہندوستان میں جہیز ایک ایسی جنگ ہے جو مرد عورتوں کے خلاف لڑ رہا ہے اور اس جنگ میں عورتوں کا خون بہہ رہا ہے۔ معروف صحافی سعدیہ دہلوی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ جہیز ہمارے سماج میں مرد کی برتری کا وسیلہ بن گیا ہے، جو تشدد کی ایک قسم ہے جس سے عورت کو دہشت زدہ کیا جاتا ہے تا کہ وہ کسی بھی معاملے میں سرکشی نافرمانی یا بغاوت نہ کر سکے۔

جہیز تو ایک تحفہ ہے

ہمیں تعلیمات رسول اللہ پر عمل کرنا ہوگا، جس پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اور ہمارے بزرگان دین یہاں تک کہ ہمارے قریبی اسلاف نے عمل کر کے دیکھایا ہے۔ میں نے ابھی ایک اخبار سالار میں پڑھا کہ ایک ننھی منی جو ابھی ابھی دنیا میں آئی تھی اسے اس کے بدنصیب، بدقسمت، گنہگار والدین نے کچہری کے کباڑ کے حوالے کر دیا جہاں کتّوں نے اس کے جسم کا بیشتر حصہ کھالیا، اس طرح کے واقعات آے دن سننے میں آتے ہی رہتے ہیں کہ لڑکیوں کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا گیا، اس کے پیچھے بے شک نہایت دردناک، خوفناک، المناک حقیقت چھپی ہے کہ کیا وہ ختم کی گئی لڑکی اعلیٰ تعلیم سے سنور سکتی تھی؟ کیا اس کی شادی معیاری ہو سکتی تھی؟ کیا اس لڑکی کی بدولت قوموں کی تقدیر سنور سکتی تھی؟ ایسے سینکڑوں سوال جو جاہل ماں باپ کو بے چین کئے دیتے ہیں، کیونکہ بھاری بھر کم جہیز موٹی رقم، کئی تولے سونا چاندی، ہیرے جواہرات دینے کے باوجود بیشتر لڑکیوں کی زندگی جہنم سے بدتر ہو جاتی ہے۔ جہیز ایک تحفہ ہے جو ماں باپ اپنی بیٹی کو شادی کے موقعہ پر دیتے ہیں تحفہ دینا یا لینا بری بات نہیں ہے، لیکن بے جا خواہش بہت بری بات ہے شیکسپیئر نے کہا ہے کہ ''نیکی ہی گناہ بن جاتی ہے اگر اس کا صحیح استعمال نہ کیا جائے''۔

غور کا مقام ہے کہ پیغمبر السلام ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کو کیا جہیز دیا تھا؟ اسلام نے عورتوں کو کس مقام کا حامل بتایا ہے؟ جہیز کے ٹھیکہ داروں کو یہ بات ذہن نشیں کر لینی چاہئے کہ جو والدین اپنی بیٹی کو اپنے لخت جگر کو ہنسی خوشی دوسروں کے حوالے کر سکتے ہیں، اس کے لئے روپئے، پیسے، جائیداد کی وقعت کیا ہے؟ بیسا کھی کے سہارے انسان زیادہ دور تک نہیں جاسکتا۔ جہیز کے سامان سے ان کی زندگی نہیں چل سکتی۔ کیونکہ اس میں برکتیں نہیں ہوتیں۔ جس طرح جھولی بھیک سے بھر لی جاتی ہے اسی طرح خالی بھی ہو جاتی ہے۔

مغربی دنیا میں جہیز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس لعنت کو ٹھوکر سے مار کر ملک سے دور بھگا دیا جائے، دنیا کے ہر مذہب نے دولت کے تباہ کن اثرات سے انسانوں کو خبر دار کیا ہے، پھر بھی دنیا کسی نا کسی روپ میں سونے کے بچھڑے کی پوجا کرتی رہی ہے، اگر پہاڑ کو سرکانے کا ارداہ ہو تو پہلے زرّوں کو سرکانا ہوگا۔ یہ تحریک ہمیں اپنے گھر سے شروع کرنی ہوگی اس مستحکم ارادے کے ساتھ کہ

ہاں سنگ گراں اور بھی کچھ راہ میں ڈالو
یہ قافلہ اب تیز قدم ہو کے رہے گا

کوئی زبردست تنظیم ہونی چاہیے

جہیز کی اس لعنت کو جو ہمارے معاشرے بلکہ پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہے، اس کو ختم کرنے کے لئے علماء کرام کو آگے بڑھ کر اس کا سد باب کرنا ہوگا اور اس غلط رسم ورواج کو ختم کرنا ہوگا، اور اس کے لئے کوئی ایسی تحریک ہونی چاہیے جو کثرت جہیز کو روک سکے اور معاشرے کے اندر پھیلی ہوئی برائیوں پر کنٹرول کر سکے، بسا

اوقات تو محض نام ونمود اور شہرت کے لئے لڑکی کے والدین کثرت جہیز کو بنیاد بنا کر کروڑوں روپے خرچ کرڈالتے ہیں اگر شادیوں میں کم خرچ کیا جائے تو مسلمانوں کی اقتصادی حالت ٹھیک ہوسکتی ہے، غریب سے غریب آدمی بھی جب اپنی بیٹی کی شادی کرتا ہے تو لاکھوں روپیہ خرچ کرڈالتا ہے اس لئے لڑکے کے والدین اور لڑکی کے ماں باپ کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ کم سے کم خرچ میں شادی کی تقریب مکمل ہوجائے اگر آپ شادی میں پیسے خرچ کرنا چاہتے ہیں تو بہتر شکل یہ ہے کہ اپنے داماد کو پیسے دیدیں خواہ شادی کے بعد ہی ہوتا کہ کوئی کاروبار کرلے اور اس طرح اس کی زندگی خوشگوار ہوجائے اور ایک کو بھی اسی وقت صحیح معنوں میں سکون واطمینان حاصل ہوسکتا ہے جبکہ آپ کی اولاد کی معاشی حالت صحیح ہو اور دین پر قائم ہو، فضول خرچ کرنے والے ہمیشہ پریشان رہتے ہیں اس لئے ضرورت کے موقعوں پر پیسے خرچ کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

جہاد کا مقصد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

مشفق ومہربان معلمات، عزیزہ طالبات، خواتین اسلام، ماؤں اور بہنو!

قرآن کریم نے کئی مقامات جہاد کا تذکرہ کیا ہے اور احادیث میں بھی جگہ جگہ جہاد کی ترغیب دی حضور ﷺ نے فرمایا، کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستہ میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں اور قیامت کے دن شہید اپنے زخموں اور خون کے ساتھ لت پت اللہ کی بارگاہ میں اٹھایا جائیگا اور اللہ سے درخواست کریگا کہ مجھے پھر سے دنیا میں بھیج دیا جائے تا کہ دشمنوں سے قتال کروں اور شہید کیا جاؤں۔ نبی کریم ﷺ خود جس چیز کی تمنا فرما رہے ہوں اندازہ لگایئے کہ وہ کتنی عظیم الشان ہستی ہوگی، ہر نبی کو عموماً جہاد کا حکم دیا جاتا رہا ہے، ہر حکومت وسلطنت کے اندر یہ چیز رائج ہے کہ دشمنوں سے مقابلہ کرنے

کیلئے باقاعدہ طور پر فوجیں ہر وقت تیار رہتی ہیں اور حکومت کی آمدنی کا بہت بڑا حصہ فوجیوں پر صرف کیا جاتا ہے تاکہ دشمنوں سے حفاظت رہے اور باہر سے کوئی ملک حملہ نہ کرنے پائے۔

اسلام نے جہاد کو فرض قرار دیا اس کے پیش نظر بڑی مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ جہاد کا اولین مقصد انسانیت کو ظلم وجور سے نجات دلانا ہے اور کمزوروں محتاجوں کی حفاظت کرنا، نیز فساد فی الارض کا قلع قمع کرنا ہے، قرآن میں اس مفہوم کو یوں واضح کیا ہے۔ اجازت دی گئی ان لوگوں کو جنگ کی جن سے کفار لڑتے ہیں کیوں کہ ان پر ظلم ڈھایا گیا ہے اور خدا ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ (سورۂ حج: ۳۹)

ایک جگہ اور ارشاد ہے: اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان کمزوروں اور مغلوب مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے، جو فریاد کرتے ہیں کہ ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال یہاں کے لوگ ظالم ہیں اور اپنے پاس سے ہمارا کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لیے اپنی طرف سے مددگار بھیج۔ (سورۂ نساء: ۷۵)

جہاد کا مقصد انسانیت کا ظلم وستم سے آزاد کرانا ہے اس لیے اس پر اللہ رب العزت کی جانب سے بڑا اجر وثواب مقرر کیا گیا ہے، سماج کے پسماندہ طبقات کی خدمت بھی اسی مقصد کی تکمیل کرتی ہے، اس لیے رسول پاک ﷺ نے سماجی خدمت کا بار اٹھانے والوں کو بھی مجاہد کی طرح اہمیت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: بیواؤں اور مسکینوں کی خدمت کرنے والا بھی مجاہدین فی سبیل اللہ کی مانند ہے، راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس نماز کی مانند ہے جو پے درپے نماز پڑھتا ہے اور اس روزے دار کی طرح ہے جو افطار نہیں کرتا۔

(الصحیح المسلم، کتاب الزہد باب فضل الاحسان الی الارملۃ)

کمزور اور ناداروں کی مدد کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں، قانونی بھی اور اخلاقی بھی، معاشی حالت کا درست کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ کسی پر ظلم ہو تو اسے روکنے کی کوشش کی جائے اور اس کی پریشانیوں میں اس کا ساتھ دیا جائے۔ جس سماج میں مظلوم کی خدمت اور نصرت کا یہ عزم اور حوصلہ ہو وہ وحشت و بربریت سے پاک ہوگی اور اس میں کمزور سے کمزور تر انسان بھی بے بس کی زندگی گزارنے پر مجبور نہ ہوگا۔ (تحقیقات اسلامی شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۶ء ص:۲۲)

آج تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر

قرآن صاف اعلان کرتا ہے۔ وَمَا لَكُمْ لَاتُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کے راستہ میں جہاد نہیں کرتے ہو اور کمزور مردوں اور عورتوں کیلئے اور ان بچوں کیلئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو نکال دیجئے اس بستی سے جہاں کے باشندے ظالم ہیں تو جہاد کا ایک اہم وجہ مجبوروں، بیواؤں اور غریبوں کی مدد کرنا ان کے اوپر ہونے والے ظلم وستم کو روکنا ہے۔ ایسا نہیں جیسا کہ آج کل لڑائیاں ہوتے ہیں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں بے قصور جانیں تلف ہوجاتی ہیں، دہشت گردی کے نام پر پورے پورے ملک کو تباہ و برباد کردیا جاتا ہے، لیکن اسلام ایک ایسے جہاد کی تعلیم دیتا ہے جس میں امن وامان ہی ہے صرف انہیں لوگوں سے لڑائی کی جائیگی جو نقصان پہونچا سکتے ہوں، بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو نہیں چھیڑا جائیگا، ہمارے سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نمونہ موجود ہے انہوں نے کس طرح جہاد کیا پورے پورے ملک سدھار دیا وہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور فاتح قوم کے مطیع وفرمانبردار بھی ہوگئے اور

ان کے اخلاق وکردار کے گرویدہ بن گئے۔ جہاد کی مثال ایک خراب عضو کی طرح ہے اگر اس کو نہ کاٹیں گے تو پورا جسم خراب ہو جائیگا۔ ظاہر سی بات ہے کہ کوئی بھی ڈاکٹر یہ نہیں کہے گا کہ کیوں اس کے جسم کا ایک حصہ کاٹتے ہو بلکہ ہر ایک ڈاکٹر جسم کی حفاظت وبقا کیلئے اس عضو کو کاٹنے ہی کا مشورہ دے گا۔ بس ایسے ہی سمجھ لیجئے جہاد کو بھی کہ بعض عناصر انسانی معاشرے کو بگاڑنے پر تلے ہوئے ہیں اور ان کے لئے اصلاح ناکافی ہوتی ہے اسلئے اسکا آخری درجہ جہاد ہی ہوا کرتا ہے تاکہ معاشرے کی اصلاح ہوسکے اور ملک میں امن وامان قائم ہوسکے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ **اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ** جہاد قیامت تک چلتا رہے گا، جب قوم مسلم جہاد کو ترک کردی تو ذلیل ورسوا رہے گی اقبال مرحوم نے کتنی اچھی بات کہی ہے۔

تو آتجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
بشمشیر وسنا ارلی طاؤس ورباب آخر

جب مسلم قوم بیدار رہے گی اور جہاد کیلئے تیار رہے گی تو ترقی کی راہ پر گامزن رہے گی اور دنیا اسکی قدم بوسی کریگی اور جب تلوار میان میں چلی گئی اور جہاد کرنا چھوڑ دیا اور ناچ گانے میں مست ہوگئی تو اب سمجھ لو کہ قوم کا زوال شروع ہوگیا، یہ بزدلی اور کمزور ہوکر بیٹھ گئے اور دشمنان اسلام شیر بن کر تنے تنہا پھر رہے ہیں اور دنیا کے شہر وممالک پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔

گہوراہ قلب مومن میں اب جزو ایماں سوتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

عمدہ لباس پہنیں مگر......!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

صدر جلسہ، میری پیاری معلمات، عزیزہ طالبات، ماؤں اور بہنو! لباس انسان کیلئے لازم اور ضروری ہے، بغیر لباس کے انسان کی زندگی گذر نہیں سکتی اور نہ ہی کوئی انسان لباس پہنے بغیر سوسائٹی اور انسانی معاشرے کے اندر بود و باش اختیار کرتا ہے۔ لباس کا ہونا انسان کیلئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ کھانا بلکہ کھانے سے بھی زیادہ ضروری لباس ہے، دو وقت کا کھانا نہ ملے کوئی حرج نہیں انسان اسکو برداشت کر سکتا ہے، لیکن ایک لمحہ بھی کوئی بلا ضرورت ننگا رہنا پسند نہیں کر سکتا یہ انسان کی شرم و حیا کے خلاف ہے لباس ہی کے ذریعہ انسان کی خوبصورتی ہے اور اسی کے ذریعہ اللہ کی دیگر مخلوق سے انسان ممتاز ہے۔

آدمی کا حسن لباس سے ہے

عربوں کا محاورہ ہے ''حُسْنُ النَّاسِ بِاللِّبَاسِ'' انسان کا حسن لباس سے ہے، اسلام نے قیمتی لباس پہننے اور زیب وزینت اختیار کرنے سے منع نہیں کیا ہے، بلکہ قرآن نے زینت کا لباس اختیار کرنے کو کہا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے 'خُذُوْ زِیْنَتکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ زینت کا لباس پہنو ہر نماز کے وقت۔

رسول اللہ ﷺ نے قیمتی کپڑے بھی پہنے ہیں اور رنگین ومنقش کپڑوں کو بھی استعمال کیا ہے، صحیح مسلم شریف میں ایک باب ''کتاب اللباس والزینة' ہے جس کے ذیل میں رسول اللہ ﷺ کے لباس کا تذکرہ ہے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک طیالسی کسروانی جبہ تھا جس کی آستینوں اور گریبان پر نقش ونگار بنے ہوئے تھے، اس جبہ کو آپ دھوکر بیماروں کو پلاتیں اور وہ شفایاب ہوجاتے تھے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دیباج کا ایک جبہ بھیجا جس میں سونے کا کام کیا گیا تھا، نبی کریم ﷺ اسے زیب تن فرما کر منبر پر تشریف لائے، لوگ اسے چھو کر کہنے لگے ہم نے آج تک ایسا کپڑا نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا کیا تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو؟ سعد بن معاذ کا رومال جنت میں اس سے بھی زیادہ نرم اور بہتر ہوگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی حلہ (پوشاک) بک رہا ہے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ اس حلہ کو خرید لیں اور عام لوگوں کے لئے جمعہ کو پہنیں اور وفود سے ملاقات کے وقت زیب تن فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّمَا یَلْبِسُ ھٰذِہٖ مَنْ لَاخَلَاقَ لَہٗ فِیالْاٰخِرَۃِ '' یہ تو صرف ان لوگوں کیلئے ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''فما انکر علیه

ذکر التجمل وانما انکر علیہ کونہا سیراء ‘‘ (الجامع الاحکام القرآن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خوبصورت ہونے کی بنا پر اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کے ریشمی ہونے کی وجہ سے منع فرمایا، ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ ایسے مواقع پر زیب وزینت اختیار کرنا مشہور ومعروف تھا۔ اسی وجہ سے جمعہ، عیدین اور لوگوں سے ملاقات کیلئے عمدہ لباس پہننے کی ترغیب دی گئی ہے، نیا ہو یا پرانا صاف ستھرا لباس پسندیدہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کا محبوب ترین کپڑا جسے آپ پسند کرتے تھے اور پہنتے تھے یمنی دھاری دار چادر تھی۔ شاہ ذی یزن نے آپ کو کپڑوں کا ایک جوڑا تحفہ میں بھیجا جو اس نے تینتیس اونٹوں کے بدلہ میں خریدا تھا آپ نے بھی بدلہ میں جو کپڑا بھیجا وہ بیس سے زائد اونٹوں کے بدلہ میں خریدا تھا۔

اس طرح کی اور بھی احادیث ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتی، خوبصورت، رنگین اور نقش ونگار سے آراستہ لباس پہنے ہیں، اگرچہ آپ نے امت کی آسانی کیلئے عموماً سادہ لباس استعمال فرمایا۔ سیرت المصطفیٰ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس نہایت سادہ اور معمولی تھا، آپ کو سبز لباس پسند تھا، آپ کی پوشاک عموماً سفید ہوتی تھی، یمنی چادر جس پر سبز اور سرخ خطوط ہوں آپ کو بہت مرغوب تھی جو بردِ یمانی کے نام سے مشہور تھی، خالص سرخ لباس سے آپ منع فرماتے تھے، عام لباس تہبند، چادر، کُرتا، جبہ اور کمبل تھا جس میں پیوند لگا ہوتا تھا۔

(سیرت المصطفیٰ ج ۲ ص ۲۴۵)

کپڑے کا اصل مقصد ستر پوشی ہے

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے لباس اتارنے کا تذکرہ کیا اور اسکا دو مقصد بیان کیا اے آدم کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہ کو

چھپائے اور زینت کا باعث ہو، ہمیں ایسا لباس ہی پہننا چاہیے جس سے صحیح معنوں میں پردہ پوشی ہو سکے، صرف فیشن کے لئے لباس نہ پہنیں، آج کل کے دور میں قسم قسم کے کپڑے بازاروں میں آگئے ہیں جن سے بجائے پردہ پوشی کے جسم کی نمائش ہوتی ہے اور بہت سے لباس تو ایسے ہوتے ہیں جن سے جسم کے بہت سے اعضا کھلے ہوتے ہیں اچھے کپڑے پہننے کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے بیش قیمت کپڑے پہنیں مگر کپڑا پہننے کا جو اصل مقصد ہے وہ فوت نہ ہونے پائے نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ پسندیدہ کپڑا قمیص (کرتا) تھا اسلئے آپ ﷺ کی امت کو بھی وہی لباس پہننا چاہیے، تقریبات کے موقعوں پر اور عیدین میں خاص طور پر جو عمدہ کپڑے آپ کے پاس ہوں وہی کپڑے پہنیں اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے وہ اظہار نعمت کیلئے بہتر اور عمدہ کپڑے کا استعمال کریں، لیکن غرور و تکبر کیلئے کپڑا ہر گز نہ پہنیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنیوالے کو ہر گز نہیں پسند کرتے بلکہ تواضع کرنے والے کو پسند کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ

''طالبات تقریر کیسے کریں؟'' جلد ہشتم تمام ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .